ماہنامہ

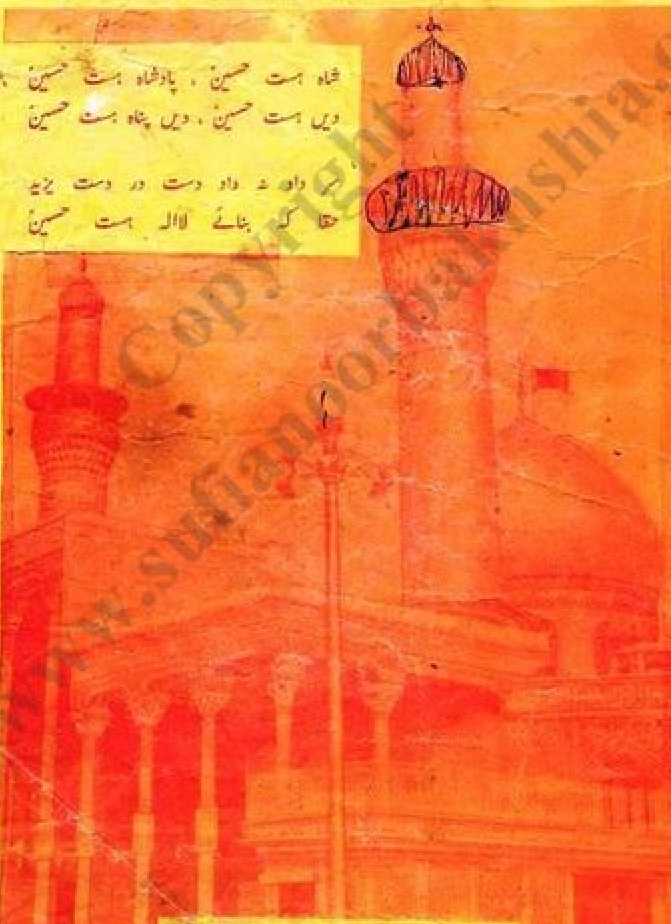
احیائے صوفیہ کا علمبردار

نوائے صوفیہ

اسلام آباد

شمارہ نمبر ۲۰

جون ۱۹۹۶ء



روضہ اقدس امام صوفیاء حضرت امام حسینؑ

احیائے تصوف کا علمبردار

ماہنامہ نوائے صوفیہ

اسلام آباد

جون ۱۹۹۶ء

بانی:

ڈاکٹر غازی محمد نعیم

مدیر و ناشر:

ابوالعرفان علامہ محمد بشیر

کمپوزر:

رنگو کمپوزر، سیٹلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی

بدل اشتراک زر سالانہ

پاکستان	-/120	روپے سالانہ
کویت	-/600	روپے سالانہ
متحدہ عرب امارات	-/600	روپے سالانہ
انڈیا	-/400	روپے سالانہ
یورپ	-/600	روپے سالانہ

خط و کتابت کا پتہ:

زونل آفس "نوائے صوفیہ"

دکان نمبر 2 ، PD-17 ،

سید پور روڈ، پنڈورہ،

راولپنڈی پاکستان

منی آرڈر، ڈرافٹ اور

رجسٹری بھیجنے کا پتہ:

فلیٹ نمبر 7 ، بلاک نمبر 14 ،

کیٹگری IV ، آئی ایٹ ون،

اسلام آباد پاکستان

فہرست مضامین

ایڈیٹر اینڈ پبلشر محمد بشیر نے پرنٹ شاپ 99 - 6 ویسٹ بلیو ایریا اسلام آباد سے چھپوا کر 358-A ، سیکٹر G.6/1-1 ، اسلام آباد سے شائع کیا۔

تفکر و تذکر

معرکہ حق و باطل

ڈاکٹر غازی محمد نعیم

قرآن پاک میں ارشا خداوندی ہے:

قاتلو الذین لا یؤمنون باللہ ولا بالیوم الاخر ولا یحرمون ما حرم اللہ ورسولہ ولا یدینون دین الحق من الذین اوتو الکتب حتی یعطو الجزیت عن یدوھم صاغرون ٥

ترجمہ: لڑو ان لوگوں سے جو ایمان نہیں لائے اللہ پر اور نہ آخرت کے ن پر اور نہ حرام جانتے ہیں اس کو جس کو اللہ اور اس کے رسولؐ نے حرام کیا اور نہ سچا ین قبول کرتے ہیں۔

(یہ) ان لوگوں میں سے (ہیں) جو کہ اہل کتاب ہیں۔ یہاں تک کہ وہ ذلیل ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ یں۔

مندرجہ بالا آیت کریمہ میں ایسے قتال یا جنگ کا حکم ہوا ہے جو اللہ کے ین کا بول بالا کرنے اور کفر و شرک اور طاغوتی طاقتوں کے قلع قمع کی خاطر اہل ایمان پر فرض قرار یا گیا ہے۔

جنگ اور جہاد کا فرق

جنگ و جدل فی نفسہ ایک مکروہ اور مذموم عمل ہے جو انسانی معاشرے کے امن، سکون اور خوشیوں کو تباہ کرتا ہے اور بے چینی، بے یقینی اور کینے و فسا کو جنم یتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کو جس جنگ کا حکم یا ہے وہ جہا کے نام سے موسوم ہے۔ جہا کے معنی سعی و کوشش کے ہیں۔ پس جہا اعلائے کلمۃ الحق کی خاطر کی جانے والی ہر سعی و کوشش کو کہتے ہیں۔ یہ جنگ مومن خو اپنے نفس کے خلاف بھی لڑتا ہے۔ جو جہا اکبر کہلاتی ہے اور کفار و مشرکین کے ساتھ بھی جسے جہا اصغر کہتے ہیں۔

دین فطرت اور جنگ

اسلام دین فطرت ہے اور یقیناً ین فطرت خو فطرت کے اندر فسا اور بگاڑ پیدا کرنے کی ترغیب نہیں ے سکتا پس اگر جہا و قتال کے اسلامی مفہوم کو صحیح معنوں میں سمجھے بغیر اسے اس کے عام نیوی مفہوم پر قیاس کیا جائے تو وہ محض قتل و غارت اور ہوس اقتدار، ولت اور ملک گیری سے عبارت ہے تو اسلام کا حکم انسانی اذہان کو خلاف فطرت معلوم ہو گا۔

جہاد اور قیام نظام عدل

غور کرنے سے معلوم ہو گا کہ جہا نہ تو نیوی ولت و اقتدار کے لئے فرض کیا گیا ہے اور نہ ہوس ملک گیری کی خاطر بلکہ یہ خالصتاً نظام فطرت کے اس توازن اور اعتدال کو قائم رکھنے کے لئے ہے جسے عدل و انصاف کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور اسی توازن اور اعتدال کا وسرا نام امن و آشتی بھی ہے۔ پس جہا کی فرضیت قتل و غارت اور فسا اور بگاڑ کی غرض سے نہیں بلکہ قیام امن اور بقائے امن کی خاطر ہے۔

امن انسانیت کی آخری منزل

جوں جوں انسان تہذیب و ترقی کے مرحلے طے کرتا جائے گا۔ وہ ان حیوانی جبلتوں سے بھی آزا ی حاصل کرتا جائے گا جو آ می کو آ می کا خون بہانے اور گلا کاٹنے پر آما ہ رکھتے ہیں۔ تاریخ انسانی کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ور حاضر کی نسبت قدیم زمانوں میں جنگ و جدل کا بازار زیا ہ گرم رہا کرتا تھا۔ لیکن تہذیب و تمدن کی ترقی کے

ساتھ ساتھ انسانی معاشروں میں جمہوری انداز کو فروغ ملتا گیا جن کے باعث قانون کی حکمرانی قائم ہوئی نتیجتاً سماجی اور معاشرتی انصاف کا نظام بہتر ہوا اور لوگوں میں رواداری کے جذبات بھی پیدا ہوتے گئے ۔ اب بین الاقوامی سطح پر جنگ کو وحشت اور بربریت کی علامت سمجھا جاتا ہے اور اکثر قومیں جنگ کے نام سے بھی متنفر اور بیزار ہیں ۔ اگر انسانی تہذیب کا ارتقاء اسی مثبت سمت میں جاری رہا تو ایک وقت ایسا بھی آئے گا جب دنیا سے جنگ اور غارت گری کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو جائے گا۔

جہاد کی اہمیت

تو کیا اس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ مستقبل کا مہذب اور متمدن انسان جس طرح جنگ کو وحشت و بربریت کی نشانی سمجھ کر مسترد کرے گا اسی طرح وہ جہاد کی اہمیت سے بھی منکر ہو جائے گا۔ اس سوال کا جواب اثبات میں ملنا ممکن نہیں ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ تہذیب و تمدن کی تمام تر ترقی کے باوجود انسانی ضمیر اور انسانی معاشرے کے اجتماعی ضمیر میں معرکہ خیر و شر نہ اب تک ختم ہو سکا ہے اور نہ مستقبل میں ختم ہونے کی امید ہے۔ حق و باطل کی یہ قوتیں جو ازل سے برسرپیکار ہیں شاید ابد تک ان کی باہمی آویزش اور چپقلش جاری رہے گی۔ حق کی طاقتیں رحمانی اور الوہی قوتیں ہیں اور باطل کی قوتیں طاغوتی اور شیطانی ہیں۔ اگرچہ فی زمانہ بظاہر میدان کارزار میں ہتھیار بند ہو کر لڑی جانے والی جنگوں میں کمی آئی ہے مگر یہ جنگیں کئی اور محاذوں پر پوری قوت اور شدت سے لڑی جا رہی ہیں جن میں معاشی منڈیوں کی جنگ ، میڈیا کی جنگ اور تہذیبی اور ثقافتی میدانوں میں برپا ہونے والی جنگیں خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ اگرچہ یہ جنگیں متفرق گروہوں کے درمیان لڑی جا رہی ہیں مگر آخری اور حقیقی جنگ صرف حق اور باطل کے درمیان ہو گی۔

کیمونزم کی ناکامی کے بعد وہ جنگ جو سرمائے کی تقسیم کے لئے لڑی جا رہی تھی اب عملی طور پر ختم ہو چکی ہے ۔ اور روئے زمین کے طول و عرض میں اب صرف ایک ہی جنگ باقی ہے جو نیکی اور بدی کی ہے اور ان حالات میں جہاد فی سبیل اللہ کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے۔

مستقبل میں جہاد کی ضرورت

انسان کی نجات کا آخری وسیلہ اور انسانی معاشرے میں امن اور فلاح کی آخری ضمانت خالق حیات و کائنات کا نافذ کردہ وہ نظام ہے جو اس نے اپنے نبی امی خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ کے وسیلے سے نوع انسانی کو عطا کیا۔ انسانی عقل اور جستجو کے طفیل تشکیل پانے والا کوئی فلسفہ زندگی یا نظام معاشرت بھی انسان کی ابدی فلاح کا ضامن نہیں ہو سکتا پس امریکہ اور مغرب کے سرمایہ دارانہ معاشروں میں زوال کی پرچھائیاں صاف نظر آ رہی ہیں۔ گھریلو نظام اور انسانی رشتوں کی شکست و ریخت ، حصول تسکین و مسرت میں ناکامی اور مجموعی طور پر انسانی ذہنوں میں پائی جانے والی بے یقینی اور بے سمتی اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ انسان کا بنایا ہوا نظام چاہے وہ سیاسی ہو ، معاشی ہو یا معاشرتی ، ثبات اور دوام کا حامل نہیں ہو سکتا

نفاذ نظام خدا کی ضرورت

ایسے میں ضرورت اس بات کی ہے کہ اہل ایمان خدا تعالیٰ کے نافذ کردہ نظام اور قانون کے نفاذ اور اس کی سربلندی کے لئے جہاد فی سبیل اللہ کا راستہ اختیار کریں تاکہ بنی نوع انسان سیاسی ، معاشی اور معاشرتی الجھنوں کا خاتمہ ہو اور انسانیت حقیقی سکون اور امن کی دولت سے آشنا ہو سکے ۔

اسوہ شبیری کی اہمیت

یہ محرم الحرام کا مقدس مہینہ ہے اور اس مہینے کا تقدس ایک ایسی عظیم ہستی کی یاد سے وابستہ ہے جس کی مبارک سیرت تاریخ انسانی کے ماتھے کا جھومر ہے۔ یہ عظیم ہستی حسین ابن علیؑ ہیں۔

باقی صفحہ نمبر 14 پر

(گزشتہ سے پیوستہ)

قرآن مجید

مولوی عبدالحمید فاضل عربی ، ایم اے ، بی ایڈ

اهدنا الصراط المستقیم کا ترجمہ اور تشریح

الفاظ کے معانی

اهدنا ۔ ہمیں ہدایت عطا فرما
صراط ۔ راستہ ۔ پل
المستقیم ۔ سیدھا ۔ استقامت والی

ترجمہ

(اے اللہ) ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت عطا فرما یا ہمیں سیدھے راستے پر چلا ۔

صوفیانہ ترجمہ

ہمیں استقامت کی راہ پر ثابت قدم رکھ ۔

گزشتہ آیت سے ربط

گزشتہ آیت میں عبادت اور استعانت کا ذکر تھا اب اس کے بعد استقامت کی دعا مانگی جا رہی ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ عبادت کے بعد دعا مانگی جائے۔ یہی سنت نبوی بھی ہے اس لئے سلسلہ صوفیہ نوربخشیہ کے بزرگوں نے ہر واجبی اور نفلی عبادتوں کے بعد مخصوص دعائیں عطا کی ہیں۔ جن میں سے دعائے اوراد صبحیہ اوراد فتحیہ اور عصریہ اور دعائے تشفع دعائے توسل خمسہ بہت مقبول اور معمول بہ ہیں۔ پھر گزشتہ آیت میں اللہ سے مدطلب کی تھی ۔ اب تعلیم دی جا رہی ہے کہ جب اللہ سے مانگے تو اس کائنات کی سب سے بڑی نعمت ہدایت مانگے کیونکہ اس سے بڑھ کر کوئی نعمت اور عطا نہیں ہو سکتی جسے ہدایت کی دولت مل جائے۔ وہ مقبول بارگاہ بھی ہے اور رشک ملائک و انس و جن بھی۔

ہدایت کا معنی لطف و مہربانی کے ساتھ رہنمائی کرنے اور راستہ بتانے کے ہیں صاحب تفسیر کبیر لکھتے ہیں کہ ہدایت حاصل کرنے کے دو طریقے ہیں۔

۱ ۔ دلیل و حجت کے ذریعے
۲ ۔ باطنی صفائی اور ریاضت کے ذریعے

استدلال کے ذریعے اور طریقے بے حساب ہیں کیونکہ اس عالم اعلیٰ واسفل کا ہر ذرہ وجود باری تعالیٰ اور اس کی وحدانیت پر گواہ ہے۔

وفی کل شئی لہ آیۃ ۔ تدل علی انہ وحدہ

کائنات کی ہر شے کے اندر ایک نشانی ہے جو اللہ کی وحدانیت پر دلالت کرتی ہے۔ ریاضت مجاہدہ اور تصفیہ قلب و باطن کے ذریعے ہدایت کا حصول ایک بحر بے کراں ہے ہر سالک کے لئے خاص راستے اور معین مشرب ہے۔ تصوف کے معروف سلسلوں میں سے ایک سلسلہ ذہب صوفیہ نوربخشیہ ہے جس کا مشرب ہمدانیہ ہے۔ یہ سلسلہ امیر کبیر سید علی ہمدانی کے چشمہ فیض سے اپنے دلوں کی دنیا آباد کر رہا ہے۔ سطحی اور عقل پرست انسانوں کی صوفیانہ اسرار تک رسائی ممکن نہیں ہوتی بلکہ انسان کی فہم کو ان کی خبر تک نہیں ہو پاتی۔ عارفین حقیقت نے اس سلسلے میں گہری اور عمیق بحثیں کی ہیں ۔ دقیق اسرار بیان کئے ہیں مگر اکثر کی عقلیں وہاں تک نہیں پہنچیں ۔

صراط المستقیم سے کونسا راستہ مراد ہے اس سلسلے میں بہت سے اقوال ملتے ہیں ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر وہ قول ، فعل اور عمل جو اللہ کی خوشنودی کا باعث ہو اور اللہ کی طرف لے جانے والا ہو صراط المستقیم ہے لہذا قرآن بھی صراط المستقیم رسول بھی صراط المستقیم ۔ اہل

باقی صفحہ نمبر 14 پر

الحدیث آداب گفتگو

عبدالرحیم کرخی ایم اے - بی ایڈ

گزشتہ ایک قسط میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن و جمال کے متعلق مختلف صحابہ کرام کے اقوال قارئین کی خدمت میں پیش کئے تھے - اب ہم نبی اکرم نور مجسم کے انداز گفتگو اور دلنواز مسکراہٹ کا بیان کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

روی عن جابر رضی اللہ عنہ کان فی کلامہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ترتیل او ترسیل ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام میں بڑی ترتیب ہوتی تھی۔ یعنی آپ ٹھہر ٹھہر کر کلام فرماتے تھے ۔

عن عائشہ رضی اللہ عنہا قالت ان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لم یکن یسرد الحدیث کردکم کان یحدث حدیثا لو عدہ العاذ لاحصاہ ۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں جس طرح تم لوگ مسلسل اور متواتر گفتگو کرتے ہو حضورؐ اس طرح گفتگو نہ فرماتے تھے بلکہ بات کرتے وقت اگر کوئی شخص حضور کے الفاظ شمار کرنا چاہتا تو شمار کر سکتا تھا ۔

مذکورہ احادیث سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ گفتگو کرتے وقت ہمیشہ ٹھہر ٹھہر کر باتیں کرنی چاہئے تاکہ سننے والے پوری طرح بات کو سمجھ سکیں - آداب گفتگو میں اس بات کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے کہ ایک آدمی کی بات کو مکمل ہونے دے جب وہ اپنی بات ختم کرے تو پھر دوسرا شروع کرے۔ بات کرتے ہوئے آواز نہ زیادہ اونچی ہو کہ دوسروں کو ناگوار گزرے اور نہ شور پیدا ہو۔ اور نہ ہی زیادہ دھیمی ہو کہ دوسرے کی سمجھ میں بھی نہ آسکے۔

عن عبداللہ بن حارث قال رایت احدہ اکثر تبسما من رسول اللہ حضرت عبداللہ بن حارث فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ سے زیادہ مسکرانے والا نہیں دیکھا - دوسری روایت اس طرح ہے کہ رسول اکرمؐ کبھی بھی اس طرح کھل کھل کر نہیں ہنستے تھے کہ آپ کا تالو مبارک نظر آئے بلکہ صرف مسکراتے تھے ۔

اس حدیث مبارکہ سے ہمیں یہ تعلیم ملتی ہے کہ جب بھی کسی سے ملیں مسکراتے ہوئے چہرے سے ملنا چاہئے۔ جس سے محبت بڑھتی ہے اور ایک دوسرے سے انس پیدا ہوتا ہے - خوشی کے مواقع پر مسکرانا مستحسن عمل ہے لیکن قہقہہ لگانا بالکل ناپسندیدہ فعل ہے کیونکہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ بنا دیتا ہے۔ قرآن مجید نے بھی ہمیں یہی تعلیم دی ہے - فلیضحکوا قلیلاً ولیبکوا کثیرا کم ہنسا کرو اور زیادہ رویا کرو۔ زیادہ ہنسنے سے دل مردہ ہو جاتا ہے اور اللہ کی یاد میں زیادہ رونے سے دل زندہ ہو جاتا ہے۔ متابعت سنت نبویؐ ہمارا ایمانی نعرہ ہے لہٰذا ہمیں چاہئے کہ سنت نبویؐ کے آداب گفتگو اور دلنواز مسکراہٹ کو اپنی نجی اور اجتماعی زندگی میں اپنائیں - کیا پتہ آپ کی ایک مسکراہٹ سے کتنے افسردہ غمگین دلوں کو سکون ملے اور دل کا بوجھ ہلکا ہو - اگر آپ ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو آپ کو حج اکبر کا عظیم مرتبہ اور اجر نصیب ہو گا۔

دل بدست آورد کہ حج اکبر است

(گزشتہ سے پیوستہ)

مجموعہ شریعت محمدیہ

ابوالعرفان محمد بشیر

اما المرتد اذا رجع الی الاسلام فوجب علیہ قضاء مافات من الاحکام کالصلوۃ و غیرھا سیاسۃ و حمایۃ لحمی الاسلام بخلاف سائر الکفرۃ

ترجمہ: مرتد فرد جب اسلام کی طرف (دوبارہ) لوٹ آئے تو اس کے ذمہ بطور سیاست اور حدود اسلام کی حفاظت کی خاطر فوت شدہ احکام مثلاً نماز وغیرہ کی قضا واجب ہے بخلاف دیگر جملہ کافروں کے (کہ ان کے ذمہ پر قبول اسلام کے بعد ہی احکام کی بجاآوری واجب ٹھہرتی ہے

وضاحت

مجموعہ شریعت محمدیہ الفقہ الاحوط کی مندرجہ بالا عبارتوں میں احکام ذیل کا اجمالی بیان کیا گیا ہے۔

۱۔ فرد مرتد کا تذکرہ

۲۔ مرتد کا دوبارۃ اسلام کی طرف رجوع کرنا

۳۔ مرتد کے ساتھ سیاسی کارروائی

تفصیل وضاحت

کسی مسلمان کا مرتد ہونا دو صورتوں میں ثابت ہو جاتا ہے۔

۱۔ قولاً مرتد ہونا۔ اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی مسلمان اسلام کے اصول و فروع میں سے کسی بھی ایک اصل یا ایک فرع کا انکار کر دے مثلاً وہ ایمان باللہ کا انکار کرے یا وہ نماز کی فرضیت کا منکر ہو جائے اس کے اس انکار کے اعلان کے ساتھ اس پر مرتد ہونے کا فتوی شرعاً لگ جائے گا۔

۲۔ فعلاً مرتد ہونا۔ اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی مسلمان کسی ایسے عمل کا ارتکاب کر جائے جس سے اسلام کے کسی بنیادی شے کی توہین لازم آتی ہو۔ مثلاً کوئی مسلمان قرآن پاک کو جان بوجھ کر گندگی میں پھینک دے یا وہ خود قرآن پاک پر قضائے حاجت کا ارتکاب کر جائے یا کوئی شخص بدکاری کے حرام ہونے کا منکر ہو اسے حلال اور جائز سمجھ کر بدکاری کا مرتکب ہو جائے۔ اس کے اس عمل سے اس پر شرعاً مرتد ہونیکا فتویٰ داغا جائے گا اور اس پر مرتد کا حکم لاگو ہو گا جیساکہ باب المرتد میں مذکور ہے۔

۲۔ مرتد از خود اپنے عمل سے پچھتا کر اسلام کی طرف دوبارہ لوٹ آئے یا اس کو اسلام کے بارے جو شکوک و شبہات تھے ان کے ازالے کی وجہ سے وہ دوبارہ اسلام کی طرف لوٹ آئے تو یہ اس کی بڑی خوش بختی ہو گی۔

۳۔ مرتد شخص جب دوبارہ اسلام کے دائرے میں داخل ہو جائے تو اس کو اس کے اس قابل مذمت اقدام کی شرعاً سزا یہ دی جائے گی کہ جتنا عرصہ اس کا حالت ارتداد میں گزرا ہو اتنے عرصے کی نمازوں کی قضا اس پر واجب ہو گیا۔ اس طرح سے وہ صاحب نصاب تھا تو اس کے ذمہ گزشتہ دور کی زکواۃ کی بھی ادائیگی واجب ہو گی۔ وہ صاحب استطاعت تھا مگر حج کی بجاآوری نہیں کی تھی تو اس بجاآوری بھی اس کے ذمہ واجب ہو گی گویا جس قدر واجب احکام کی بجاآوری اس کے ارتداد کی وجہ سے رہ گئی تھی وہ سب اس پر دوبارہ عائد ہو گئی یہ اسلام کی حدود حفاظت اور مرتد بننے والوں کی عبرت کے لئے ہے تاکہ ارتداد کا سدباب ہو سکے۔

(جاری ہے ......)

امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ کا دورہ بلتستان اور اسلامی خدمات

سید محمد شمیم شہباز پلدی

سنگلاخ پہاڑوں، نوکیلی چٹانوں اور پرپیچ وادیوں میں گھرا ماضی کا بلتستان آج کے بونتگ سروس سے منسلک بلتستان سے بہت مختلف تھا۔ پہاڑی راستوں اور خصوصاً برفانی دروں سے گزرنا جوئے شیر لانے کے برابر تھا۔

لوگ ایک ہی گاؤں میں پیدا ہوتے تھے اور اسی میں ہی اپنی دنیا سے رحلت کر جاتے تھے۔ اس لئے وہ سفر کی صعوبتوں سے خوف کھاتے تھے۔ ہر جگہ کفر کا دورہ دورہ تھا اور بتوں کی پرستش ان کی عبادت کا معمول تھا۔ لوٹ مار قتل و غارت اور ڈاکہ زنی لوگوں کا پیشہ تھا۔ ایسے میں مرد حق "امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ" کا اس پر خطر خطے کی طرف رخت سفر باندھنا عزم صمیم کی علامت ہے۔ جس سے صرف اللہ کی خوشنودی مقصود ہوتی ہے۔ آپ کے پاس نہ تیغ و تفنگ تھا نہ لاؤ لشکر بلکہ ایمانی قوت کے بل بوتے پر حضرت موسیٰ کی طرح ہاتھ میں عصائے مبارک لے کر "کشمیر" سے "بلتستان" کی طرف عازم سفر ہوئے۔

آپ ۷۸۳ ہجری میں پہلی بار بلتستان میں تشریف لائے اور دوسری بار ۷۸۵ ہجری میں ظلمت کے اندھیروں میں ڈوبے ہوئے بلتستان کو اسلام کے نور سے منور کیا۔ سکردو تا سلترو اور شگر تا چھوربٹ جگہ جگہ مساجد تعمیر کرائیں۔ اور لوگوں کو تبلیغ حق کی طرف راغب کیا۔ آپ بلتستان سے سیاچن کے راستے یارقند بھی تشریف لے گئے جہاں آپ نے تبلیغ حق کیلئے اپنی مساعی کو پھر جاری کیا۔ اس طرح تبلیغ حق کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ لوگ قتل و غارت گری، چوری اور ڈاکہ زنی سے تائب ہو کر صلح جوئی اخوت اور بھائی چارے کی فضا میں سانس لینے لگے۔ بت خانوں میں ناقوس کی جگہ مسجدوں اور خانقاہوں میں تکبیر کی صدائیں گونجنے لگیں۔ اور انہی کا فیض ہے کہ آج کل بلتستان تہذیب و تمدن، شرافت و صداقت اور امن و سکون کی مثالی آماجگاہ ہے۔ اور یہ سب شاہ ہمدانؒ کی تعلیمات کا نتیجہ ہے اور اہل بلتستان پر ان کا عظیم احسان بھی ہے۔ یہ بات خاص و عام کی زبان زد ہے کہ بلتستان میں اسلام شاہ ہمدانؒ کے ذریعے پھیلا اور آپ دوبار بلتستان تشریف لائے۔

کشمیر کی تاریخ سے ثابت ہے کہ شاہ ہمدانؒ دوسری بار ۷۸۰ ہجری میں کشمیر میں تشریف لائے۔ کشمیر اور اسکے اطراف میں اشاعت اسلام کے بعد ترکستان چلے گئے جس دور میں شاہ ہمدانؒ کشمیر تشریف لائے اس دور میں کشمیر اور ترکستان کے درمیان آمدورفت کیلئے جو راستہ مستعمل تھا۔ وہ بلتستان سے گزرتا تھا وہ اس طرح کہ کشمیر اور بلتستان کی سرحد پر موجود زوجیلا پار کرنے کے بعد بلتستان آتا تھا اور بلتستان کے شگر یا خپلو سے "قراقرم" کا سلسلہ کوہ عبور کرنے والا ترکستان کے شہر یارقند پہنچ جاتا تھا۔ انہی دروں کے ذریعے یارقندی تجارتی قافلے اور قزاق بلتستان پہنچتے تا آنکہ یہ راستے سلسلہ ہائے "قراقرم" میں ارضیاتی تبدیلیوں اور ترکستانی علاقوں میں سیاسی شورشوں کی وجہ سے سترہویں صدی عیسوی میں بند ہو گئے جو اب تک بند ہیں۔

اس تاریخی حقیقت کے علاوہ بلتستان بھر میں موجود وہ مقدس عبادت گاہیں جو "مسجد حضرت امیر" کے نام سے اپنا الگ تشخص رکھتی ہیں اس بات کا ناقابل تردید تاریخی ثبوت ہے کہ سید علی ہمدانیؒ وارد بلتستان ہوئے تھے اس طرح بعض ایسے مقامات بھی بلتستان میں پائے جاتے ہیں جس کے ساتھ شاہ ہمدانؒ کی کرامات وابستہ ہیں بلتی

لوگ ان کرامات کے ذریعے اپنے دین و ایمان کو تازہ کرتے رہے ہیں۔

ان تاریخی حقائق کے بعد اہم تحریری شواہد کی طرف آتے ہیں ان تحریروں میں سید علی ہمدانیؒ کا ورود بلتستان اور آپ کی تبلیغی سرگرمیوں کا ذکر تواتر کے ساتھ ان کی آمد سے قبل صرف ایک مسلمان کی بلتستان میں آمد کا ذکر ملتا ہے یعنی ابراہیم مقپون میر نجم الدین ثاقب نے زادالجنان میں اسماعیل ساحلی نے تذکرہ شاہ ہمدان میں ڈاکٹر محمد ریاض نے احوال و آثار سید علی ہمدانی میں اور ڈاکٹر صابر آفاقی نے جلوہ کشمیر میں شاہ ہمدان کی بلتستان آمد کا ذکر کیا ہے۔ اس طرح خپلو کے مولوی محمد بشیر اور مولوی محمد علی دونوں کے پاس دو ایسی قلمی کتابیں بغیر کسی عنوان کے موجود ہیں۔ جن میں شاہ ہمدانؒ کی بلتستان آمد اور بلتستان میں تبلیغی کاوشوں کی پوری تفصیلات درج ہیں۔ اور جن کتابوں کا ذکر ہوا ہے ان سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ سید علی ہمدانیؒ بلتستان تشریف لائے تھے۔ بلتستان کی قومی روایات سے بھی ثابت ہے کہ میر سید علی ہمدانیؒ بلتستان تشریف لائے تھے اور دین اسلام کو بلتستان بھر میں متعارف کروایا تھا۔ اس طرح عالم اسلام میں ایک اور مملکت کا اضافہ فرمایا تھا۔ بلتستان کے بچے بچے کی زبان پر میر سید علی ہمدانیؒ کی یہاں آمد اور آپ کی تبلیغی سرگرمیوں اور یہاں ظاہر ہونے والی کرامات کا تذکرہ ہوتا رہتا ہے۔ بلتی لوگ ان قومی روایات کو عقیدت و احترام کے ساتھ ایک دوسرے کو سناتے ہیں۔ اس طرح ان قومی روایات کی اب تک سینہ بہ سینہ حفاظت کا سامان ہو رہا ہے۔

سید علی ہمدانیؒ سے بھی بڑے بڑے مبلغین اسلام گزرے ہیں۔ جن کے ہاتھوں لاکھوں کی تعداد میں خلق خدا مسلمان ہوئے۔ سینکڑوں مساجد تعمیر ہوئیں اور بیسیوں کرامات ان سے ظاہر ہوئیں لیکن بلتستان کے تاریخی واقعات تحریری دستاویزات اور قومی روایات میں ان کا کیوں ذکر نہیں؟ صرف سید علی ہمدانی اور میر سید محمد نوربخش اور میر شمس الدین عراقیؒ کا ذکر کیوں؟ وجہ یہ ہے کہ سچ ہمیشہ سچ ہوتا ہے اور صرف اسی کا تذکرہ باقی رہتا ہے۔

شواہد بالا کی روشنی میں یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو گئی ہے کہ شاہ ہمدان بلتستان تشریف لائے۔

اب بلتستان میں شاہ ہمدانؒ کی اسلامی خدمات پر روشنی ڈالوں گا۔ حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ کی اسلامی خدمات بلتستان میں دین اسلام کی اشاعت ہے۔ آپ کی بلتستان آمد سے قبل تاریخ میں صرف ایک مسلمان کا نام ملتا ہے۔ وہ ہے بلتستان کے سابق حکمران خاندان کے جدامجد ابراہیم مقپون لیکن اس کے بعد اس کے خاندان سمیت کسی جگہ کوئی اسلامی نام ہمارے سامنے نہیں آتا

غالباً حصول حکومت کے بعد ابراہیم مقپون نے اشاعت اسلام کی کوشش نہیں کی تھی یہاں تک کہ اس کی اولاد بھی مقامی دین بدھ مت کے پیرو بن گئی۔ اس طرح ابراہیم مقپون کی بلتستان آمد سے تاریخ میں خورشید اسلام کی جو ایک کرن ظاہر ہوئی تھی اس کا چراغ زندگی گل ہوتے ہی وہ بھی غائب ہو گئی تاآنکہ ۷۸۳ ہجری میں میر سید ہمدانیؒ تشریف لائے۔ بلتستان میں اسلام ایک کرن بن کر ہی نہیں بلکہ پورا آفتاب بن کر چمکنے کے لئے آیا تھا۔ چنانچہ آج ہم دیکھتے ہیں کہ سندھ و پنجاب، سرحد و کشمیر میں بلتستان سے پہلے اشاعت اسلام کا کام ہوا۔ لیکن وہاں اب بھی مشرکوں کی بڑی تعداد بستی ہے۔ لیکن بلتستان میں کوئی بت پرست نہیں، اگرچہ بلتستان کی پوری آبادی کو مسلمان بنانے میں شاہ ہمدانؒ کے علاوہ دوسرے ایرانی بزرگوں مثلاً سید محمد نوربخش اور میر شمس الدین عراقی کا ہاتھ ہے۔ لیکن جس عمارت کی بنیاد آپ نے رکھی تھی۔ دوسروں نے محض اس کی تکمیل کی۔

شاہ ہمدانیؒ پہلی مرتبہ ۷۸۳ ہجری میں تشریف لائے مگر اسلام کی تبلیغ کا کام دوسری بار ۷۸۵ ہجری میں شروع کیا۔ بلتستان کی آباد سو فیصد مسلمان ہو جانے کا کریڈٹ آپ کو جاتا ہے۔ بدھ مت اور بون چھوس کے زیر اثر بلتستان کے لوگ بے حد سادہ لوح تو ہم پرست اور جاہل تھے۔ آپ کی کوششوں سے وہ ایمان وایقان علم و فضل اور فہم و فراست کی دولت سے مالا مال ہو گئے جو آپ کی اسلامی خدمات کا سب سے روشن پہلو ہے۔ مورخین کا بیان

ہے کہ میر سید علی ہمدانی نے اپنی شہرہ آفاق کتابوں ذخیرہ الملوک اور مودۃ القربیٰ کی قیام بلتستان کے دوران تکمیل کی ۔

بلتستان ، لداخ اور جبت قدیم زمانے کی ثقافتی لحاظ سے ایک وحدت رہے ہیں آج بھی چند ثقافتی ورثے ان علاقوں میں یکساں طور پر رائج ہیں ۔ میر سید علی ہمدانی کے ہاتھوں اسلام کی اشاعت کے بعد بلتستان اس دور سے الگ ہو گیا ۔ آج لداخ اور جبت کے اقدار ثقافت تہذیبی ورثہ مذاہب ایک ہیں جس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ دونوں علاقے آج بھی کئی اعتبار سے پسماندگی کے دور سے گزر رہے ہیں جبکہ بلتستان کم سے کم مذہبی لحاظ سے تو ترقی کر کے کہیں سے کہیں پہنچ چکا ہے۔ بلتستان میں کھلی کھلی مساجد اور خانقاہیں عبادت کیلئے ہر جگہ بنی ہوئی ہیں۔ تعلیم و تربیت کیلئے بڑے بڑے مدرسے اور درسگاہیں قائم ہیں۔

معاشرے سے طبقاتی امتیاز اور ظلم و ستم کا سلسلہ کب سے ختم ہو چکا ہے۔ توہم پرستی اور جہالت اب ان علاقوں سے رخصت ہو چکی ہے۔ یہ سب میر سید علی ہمدانی کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ آج بلتستان میں سید علی ہمدانی کے گوناگوں آثار ہمیں نظر آتے ہیں۔ اسلام دینی آثار میں سے ہے۔ سلسلہ نوربخشیہ روحانی آثار میں سے ہے۔

میر سید علی ہمدانی کی کتب رسالے اور دوسرے بزرگوں کی تصانیف علمی میں جامع مسجد چقچن مسجد چھ بروبگی مسجد امبوڑک اور مسجد حضرت امیر پھوا آپ کے تاریخی آثار ہیں۔ اور بلتی کا موجودہ رسم الخط لسانی آثار میں سے ہے ۔ اکتوبر ۱۹۸۷ میں شاہ ہمدان انٹرنیشنل اسلامک کانفرنس کے موقع پر بلتستان کے نوجوان عالم دین مولوی غلام حسن نے اپنی ذاتی لائبریری سے شاہ ہمدانؒ کے رسائل اور مکتوبات کے ۲۵ نسخوں کو بلتستان سے لے کر جا کر نمائش میں رکھا۔

نسخہ جات کو دیکھ کر بین الاقوامی شہرت کے حامل سکالروں نے کافی قدر دانی کی اور حیرت کا اظہار کرتے ہوئے یہ یقین کیا کہ بلتستان میں سب سے زیادہ شاہ ہمدانؒ کے آثار پائے جاتے ہیں۔ ان قلمی نسخہ جات کی فوٹو کاپی آزاد کشمیر یونیورسٹی میں رکھنے کے لئے صدر آزاد کشمیر نے ہدایت جاری کی تھی ۔ اور شاہ ہمدان انٹرنیشنل ایسوسی ایشن سے ان نسخہ جات کی کاپیاں لے لی ہیں۔ آخر میں اس بات کو واضح کرنے کی ضرورت محسوس کرتا ہوں کہ میر سید علی ہمدانی اسلامی اتحاد کے بہت بڑے علمبردار تھے۔ جس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ اسلام کے مختلف مکاتب فکر اپنا رشتہ آپ سے منسلک کرنے میں فخر محسوس کرتے رہے ہیں اور کسی مسلک کے پیروکار نے آپ کی دینی خدمات سے انکار نہیں کیا ہے۔ ہر فرقے کے لوگ آپ کا یکساں طور پر احترام بجا لاتے ہیں۔ اس سلسلے میں محترمہ سیدہ اشرف ظفر کی کتاب " امیر سید علی ہمدانی " کے درج ذیل اقتباسات پیش خدمت ہیں۔

شاہ ہمدانؒ مبلغ اسلام ہونے کی حیثیت سے خود کو فرقہ بندی سے آزاد اور غیر جانب دار سمجھتے ہیں۔ اور فرقہ وارانہ مناقشات سے بالاتر رہتے ہیں۔ آپ خود کو ہر گروہ سے آزاد کرا دیتے ہیں تاہم ان کا دل حب رسولؐ سے سرشار ہے۔ اور ولائے علیؑ ان کی طبع میں رچی بسی ہوئی ہے۔ بلکہ ان کا دعویٰ ہے کہ " من علی را ہمہ دانم " معرفت علیؑ کا یہ تقاضا ہے کہ ان کا سینہ ہر قسم کے تعصبات سے پاک رہے۔

جہاں حضرت علیؑ حضرت امام حسینؑ اور حضرت امام جعفر صادقؑ کی امثال پیش کرتے ہیں وہاں حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کی روایات بھی نقل کرتے ہیں۔ حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی اپنے اس عدم تعصب پر نازاں ہیں شاید اس عدم تعصب اور رواداری کی وجہ سے شاہ ہمدانؒ کو یہ بلند مقام حاصل ہے کہ ہر گروہ انہیں اپنا سمجھتا ہے۔ ایرانی انہیں اپنا ہم عقیدہ سمجھتے ہیں اور انہیں انیسواں بڑا قطب مانتے ہیں۔ غیر شیعہ انہیں اہل سنت قرار دیتے ہیں۔ مولانا عبدالرحمن جامیؒ جیسے بلند پایہ عارف ان کی روحانی وجاہت کے بارے میں رطب اللسان ہیں۔ قاضی نوراللہ شوستری حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی کے صوری و معنوی فضائل کی توصیف و ستائش کرتے ہیں اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ان کو محقق کامل کہتے ہیں۔

(گزشتہ سے پیوستہ)

آخری قسط

تصوف روح اسلام

صوبیدار محمد اسماعیل عاصی سریکی

حضرت خواجہ عبدالحئی جان چشوی فرماتے ہیں - خلاصہ یہ کہ سالک کے لئے بے حد ضروری ہے - کہ کائنات کی تمام چیزوں سے اپنے آپ کو حقیر خیال کرے - اگر اس میں فخر و غرور آ گیا تو معاملہ درہم برہم ہو جائے گا - اگر اللہ کریم کا فضل شامل حال ہو تو سالک فخر و غرور سے محفوظ رہ سکتا ہے - اور سالک کو ان منازل سے گزرنا بھی ضروری ہے کہ اللہ کی مخلوق کو رشد و ہدایت سے نوازے اور لوگوں کی اصلاح کی فکر بھی کرے اور ذکر و فکر اور اللہ کی محبت میں مشغول رہے اور ہر وقت اللہ سے ڈرتا رہے - اس لئے یہ دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے - موصوف نے دوسری جگہ فرمایا ہے - سالک کو چاہیئے کہ ہر فعل خالصتاً اللہ کی رضا کے لئے کرے خواہ وہ عمل ان امور میں سے ہو جن کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے یا مباح امور میں سے ہو یا ان چیزوں سے بچنا ہو جن کے کرنے سے روکا گیا ہے - مثلاً کسی سے محبت کرنا ہو

تو وہ اللہ کے لئے - اور اگر کسی سے دشمنی ہو تو وہ بھی اللہ کے لئے ہو - اپنے اہل و عیال کے لئے نفقہ حاصل کرنا ہو تو وہ بھی اللہ کے لئے ہو - اسی طرح اگر کوئی نوکری کرے تو اس میں بھی حقدار کو اس کا پورا پورا حق دینا ہوتا ہے - وہ بھی اللہ کے لئے اور اسی طرح حکومت بھی اللہ کے لئے ہو جس کے ذریعے ظالم اور مظلوم کے درمیان انصاف کرنا ہوتا ہے - اور سونا بھی آرام کرنا بھی جس سے دماغ کو تازگی حاصل ہو اور پھر اس کے بعد اللہ کے لئے تعلیم یا عبادات میں مصروف ہونا یہ سب کچھ اللہ کے لئے اور اس کی رضا مندی حاصل کرنے کے لئے کیا جائے - (حوالہ کتاب تحریک تصوف، ص: ۵۶،۵۵)

تصوف کسے کہتے ہیں

اکابر صوفیہ کا کم و بیش یہی عقیدہ ہے کہ تصوف حقیقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب صفہ جو کہ ستر اصحاب کے لگ بھگ تھے اور حضرت علی علیہ السلام سے منسوب ہے اور انہی کے اعمال کی تشریح اور اقوال کی توجیہ ہے - باری تعالیٰ کا ارشاد ہے - رحمن کے نیک بندے وہ ہیں - جو زمین پر انکساری سے چلتے ہیں - اور جب جاہل ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ "تمہیں تو سلام ہے" اور سرور کونین رسالت مآب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اہل تصوف کی یعنی اصفیاء کی آواز سنی اور اس پر یقین نہ کیا وہ اللہ کے ہاں غافلوں میں لکھا گیا - (تحریک تصوف، ص: ۵۹)

تصوف کیا ہے

حضرت سلطان باہو کی تصنیف امیر الکونین کے حوالے سے رسالہ سلوک طریقت کے حاشیہ میں لکھتے ہیں - "ہر علم کا مغز تصوف ہے - اللہ تعالیٰ جل شانہ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات یعنی احادیث شریف ام العلوم اور احیاء العلوم ہیں علم تصوف سے حق و باطل میں تمیز ہوتی ہے

جو شخص علم تصوف نہیں پڑھتا ہے اس کا دل سیاہ رہتا ہے - اور ہمیشہ جہل و نفاق میں رہتا ہے - علم تصوف ہی علم فقر اور سلک سلوک فقر ہے - اس سے قلبی تصدیق توفیق بحق رفیق بتحقیق فضل اللہ حاصل ہوتے ہیں - علم تصوف سے عارف رحمت الہی بن جاتا ہے - جو شخص علم تصوف سے منع کرتا ہے - وہ بے دین ہے" حوالہ حاشیہ سلوک طریقت "پروفیسر سید احمد سعید ہمدانی نیز موصوف کتاب دلائل السلوک کے حوالے سے مزید لکھتے ہیں - تصوف وہ علم ہے - جس سے تزکیہ نفوس اور تصفیہ اخلاق اور ظاہر و باطن کے احوال پہچانے جاتے ہیں - تاکہ سعادت ابدی حاصل ہو - نفس کی اصلاح ہو اور رب العالمین جل شانہ کی رضا اور اس کی معرفت حاصل ہو - اور تصوف کا موضوع تزکیہ تصفیہ اور تعمیر باطن ہے اور اس کا مقصد ابدی سعادت کا حصول ہے - حضرت سید علی ہجویری اپنی تصوف کی مشہور کتاب کشف المحجوب میں لکھتے ہیں - لوگوں نے اس نام "تصوف" کی تحقیق میں بڑی موشگافیاں کی ہیں - اور کتابیں بھی لکھی ہیں - البتہ لفظ

"صفا"۔ صوفی صفا سے مشتق ہے ان میں سے نہایت عمدہ اور دل پسند ہے اور کدورت اس کی ضد ہے۔ اس عبارت سے صاف ظاہر ہے "تصوف اور صوفی" لفظ صفا سے مشتق ہیں۔ صفو سے مراد اشار کی خوبی و لطافت ہے۔ اور کدورت سے مراد اشیاء کی کثافت و غلاظت اسی لئے اہل تصوف صوفیہ کرام اپنے اخلاق اور عادات کو مہذب اور شائستہ بنالیتے ہیں۔ اور طبعی عیوب اور برائیوں کی آلودگی سے اپنے آپ کو پاک رکھتے ہیں۔ اس لئے وہ صوفی کہلاتے ہیں۔ (تحریک تصوف ص: ۵۹)"

صفائے باطن کی ایک اصل اور ایک فرع ہے۔ اصل یہ ہے کہ دل کو غیروں سے جدا کیا جائے۔ اور فرع یہ ہے کہ دل اس دنیائے ناپائیدار سے خالی ہو جائے۔ حضرت ابو بکرؓ نے یہی فرمایا تھا جنہوں نے اپنا مال و متاع سب کچھ راہ خدا میں قربان کیا تھا۔ کہ میرے لئے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کافی ہیں۔ کیونکہ کدورت صفائی کی ضد ہے۔ اور کدورت انسانی صفات میں سے ہے۔ اس لئے دراصل صوفی وہی ہوتا ہے۔ جو کدورت کو خیرباد کہہ کر آگے بڑھنے کا ملکہ رکھتے ہو۔

دوسری مثال حضرت امام حسین علیہ السلام کی عظیم بے مثال قربانی و شہادت ہے۔ جو کہ کربلا کے میدان میں تن من دھن اور عزیز و اقارب سب کچھ اسلام کی سربلندی اور استحکام کے لئے قربان کر کے امت مسلمہ کے لئے رہتی دنیا تک مثال قائم فرما گئے ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی رضا خوشنودی اطاعت و فرمانبرداری کے سامنے دنیا کی کوئی بھی چیز ہیچ ہے۔

عملیات تصوف کی صور طریق سے متعلق دور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی مثالیں ملتی ہیں۔ بزرگ صحابی حضرت حارثہؓ حضور پاکؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے فرمایا "اے حارثہ تو نے صبح کیونکر کی حضرت حارثہؓ نے کہا کہ "ایک سچے مومن کی طرح" حضورؐ نے فرمایا "اے حارثہ ذرا اپنی بات پر غور کر کیونکہ ہر چیز کے لئے ایک حقیقت ہوتی ہے۔ چنانچہ تو یہ بتا کر تیرے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟" حارثہ نے عرض کیا "یا رسول اللہؐ میں نے اپنے نفس کو دنیا سے علیحدہ کر لیا ہے میں اس سے دور ہو چکا ہوں۔ اس لئے پتھر، مٹی، سونا، چاندی میرے نزدیک یکساں ہیں۔ میں نے راتیں جاگتے جاگتے کاٹ دی ہیں۔ دنوں کی پیاس میں نے برداشت کی ہے۔ اور اب یہ حالت ہے گویا میں نے اپنے رب کو عرش پر صاف سامنے دیکھ رہا ہوں۔ میری نگاہیں اہل جنت کو ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہوئے دیکھ رہی ہیں۔ اور اہل دوزخ باہم گتھم گتھا ہیں اور شرمسار ہو رہے ہیں۔ اس پر رسول اللہؐ نے فرمایا "کہ تو نے اپنے آپ کو خوب پہچانا پس اس پر قائم رہ کہ اس کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔ (حوالہ کتاب تحریک تصوف، ص: ۶۰)

علم تصوف کی بنیادی اساس

علم تصوف کی بنیادی اساس سے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث بھی مشہور و مستند ہے جو کہ حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے حضرت علی علیہ السلام کے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کرنے پر آپؐ نے فرمایا (۱) میرا اصل سرمایہ معرفت ہے۔ (۲) میرے دین کی جڑ عقل ہے۔ (۳) میری بنیاد محبت ہے۔ (۴) میری سواری شوق ہے۔ (۵)
(۶) میرا خزانہ اعتقاد بر خدا ہے۔ (۷) میرا
میرا انس ذکر الٰہی ہے
ساتھی غم ہے۔ (۸) میرا ہتھیار علم ہے۔ (۹) میرا لباس صبر ہے۔ (۱۰) میرا مال رضائے الٰہی ہے۔ (۱۱) میرا فخر عجز بدرگاہ الٰہی ہے۔ (۱۲) میرا پیشہ زہد ہے۔ (۱۳) میری خوراک یقین ہے۔ (۱۴) میرا شفیع صدق ہے۔ (۱۵) میرا اندوختہ طاعت الٰہی ہے۔ (۱۶) میرا اخلاق جہاد ہے۔ (۱۷) میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے" حوالہ کتاب مذکورہ سرورق۔

صوفی کون ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے جن اصحاب کو اپنی خاص نعمتوں سے نوازا ہے وہ نبیین و صدیقین و شہدا اور صالحین ہیں۔ ان میں سے اول الذکر کا سلسلہ تو ختم نبوت کے ساتھ ہی بند ہو گیا۔ لیکن صدیقین و شہدا اور صالحین تو ہمیشہ موجود ہوتے ہیں۔ ایک حدیث شریف کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسم نے فرمایا "میری امت میں ہر وقت ۵۰۰ برگزیدہ بندے [illegible] ۴۰ ابدال موجود ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک فوت ہوتا تو وہ [illegible] اس

کی جگہ لے لیتا ہے۔ صوفیائے کرام اسی مثلث ربانی و حقانی سے تعلق رکھتے ہیں ۔ ان کے درجات و صفات اور مقامات درجہ مختلف ہو سکتے ہیں ۔ اور وہ مجاہدہ و مراقبے کے ذریعے اپنی اجتبا یعنی الہام تک پہنچتے ہیں ۔ جو نبی کی ابتدا ہوتی ہے اور فیوض و برکات نبوت کے تسلسل کے ضامن ہیں ۔ یہ اولیاء اللہ ہیں ۔ یہ متقی اور مومن بندے ہیں ۔ اور قرآن مجید کی اصطلاح میں یعنی حزب اللہ اصحاب الجنتہ اور اصحاب المیمنہ کہلاتے ہیں ۔ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے "خبردار بے شک اولیاء اللہ پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے ۔" حدیث قدسی میں ان کے مقام کو یوں بیان فرمایا ہے ۔ "بے شک میرے ولی میری قباء کے نیچے ہیں ۔ جنہیں میرے سوا کوئی نہیں جانتا۔

یہ صالح انسانوں کا گروہ ہے ۔ جو خدا کی راہ میں موت کی آرزو اور تمنا کرتا ہے ۔ کلمہ حق کی خاطر جان دیتے ہیں ۔ خون بہاتے اور طرح طرح کی جسمانی مشقتوں سے گریز نہیں کرتے ہیں ۔ صوفیائے کرام اپنی تمام قوتوں کو اللہ تعالیٰ کی پکار بلند کرنے اور مسلمانوں اور جملہ انسانوں کو اس طرف بلانے میں صرف کرتے ہیں ۔ وہ خدا کے پاک اور مقدس اوامر کے سچے اور پکے ترجمان ہوتے ہیں ۔ اس طرح کی دعوت دنیا کی اصلاح و فلاح و مقام انسانیت کاملہ کا سرچشمہ بن جاتی ہے ۔

کرامات اولیاء

ہر مومن صادق جس نے شیطانی قویٰ سے اپنے تئیں الگ کر لیا ہے ۔ اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کی اطاعت کرتا ہے وہ اللہ کے اولیاء اور دوستوں میں شامل ہو جاتا ہے ۔ انہی بزرگ اولیائے کرام سے کشف و کرامت صادر ہوتے ہیں ۔ حضرت سید علی ہجویریؒ فرماتے ہیں ۔ کرامت

ولی کی صداقت کی پہچان ہے ۔ جھوٹے سے اس کا ظہور ہوتا ہی کب ہے ۔ سوائے اس کے کہ وہ جھوٹا دعویٰ کرتا رہے ۔ کرامت سے مراد ہے وہ فعل جو خلاف عادات ہو ۔ اور حال بقا، یعنی تکلیف شرعی کی موجودگی میں "کسی نیک بندے سے" سرزد ہو ۔ اور جو شخص تعریف حق کے ساتھ دلیل و برہان کے ذریعے صداقت اور باطل کا فرق واضح کرے وہ بھی ولی ہے ۔

صاحب کرامت ولی کے لئے شریعت کے بارے میں سوائے تسلیم و قبول کے اور کوئی چارہ نہیں ہوتا ۔ لہذا ولی کی کرامت کسی صورت میں اور کسی حالت میں بھی نبیؐ کی شریعت کی خلاف ورزی نہیں کر سکتی اور اس کی نفی نہیں کرتی ۔ کرامت صاحب معجزہ کی تصدیق کے سوا اور کسی بھی طرح ثابت نہیں ہو سکتی اور نہ ہی کسی اور سے ممکن ہو سکتی ہے ۔ اس لئے کہ اصل امت کی کرامت بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات ہی ہوتے ہیں ۔ اور یہ اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت تا ابد باقی رہے گی ۔ لہذا اس کی حجت بھی باقی رہے گی ۔ پس اولیائے الٰہی گواہ ہوئے ہیں ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی سچائی ہے ۔ (حوالہ کتاب تحریک تصوف ، ص: ۸۶، ۸۷)

حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں کہ "ولیوں کی کرامتوں کے حصے مختلف طور پر چار اسموں سے ملا کرتے ہیں ۔ الاول والاٰخر والظاہر والباطن اور ولیوں میں سے ہر فریق کے لئے ان میں سے ایک اسم مخصوص ہوتا ہے ۔ لیکن جو اسماء کی طلابت کے بعد ان سے فنا ہو گیا وہی پورا کامل ہے پس جو الظاہر والے ہیں ۔ وہ قدرت کے عجائبات دیکھا کرتے ہیں ۔ اور جو الباطن والے ہیں وہ جو کچھ دلوں کے اندر گزرتے ہیں ۔ اس کو ملاحظہ کرتے ہیں ۔ الاول جن کے حصے میں آیا ہے ان کا شغل گزشتہ واقعات ہیں ۔ اور اسم الاٰخر والے آئندہ واقعات کو پیش نظر رکھتے ہیں ۔ پس اس شخص کے سوا جس کی تدبیر کا کفیل حق تعالیٰ ہوتا ہے ۔ ہر ایک کا مکاشفہ اس کی طاقت کے اندازے سے ہوتا ہے ۔

حوالہ طبقات الکبریٰ رسالہ قشیریہ از تحریک تصوف ، ص: ۸۸ ، حضرت بایزیدؒ مزید ارشاد فرماتے ہیں ۔ جو کچھ ولیوں کو ملا ہے اس کی نسبت اس سے کہ جو نبیوں کو ملا ہے ۔ ویسے ہے کہ ایک مشک شہد سے پر ہو اور اس میں سے کچھ رستا ہو پس جو کچھ مشک کے اندر ہے وہ انبیاء علیہم السلام کا حصہ ہے ۔ اور جو قطرات ہیں ۔ وہ اولیائے کرام کے لئے ہیں ۔ (حوالہ مذکورہ بالا)

لیکن بعض اکابر اولیائے کرام کشف و کرامات کو قابل اعتنا سمجھنے اور ان کے عام اظہار اور ان میں منہمک ہو جانے کو برا خیال کرتے ہیں کیونکہ کشف و کرامت ترقی درجات میں خلل کا سبب بھی بن سکتے ہیں ۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ فرماتے

(باقی صفحہ نمبر ۱۴ پر)

واقعہ کربلا اور سید الشہداء
حضرت امام حسین علیہ السلام

جی - ایچ - معروفی

نواسہ رسولؐ جگر گوشہ بتولؑ امام عالی مقامؑ نے دین محمدیؐ کی بقا کے لئے کربلا کے ریگزاروں میں اپنے لہو سے حق و صداقت کے جو چراغ روشن کئے اس کی لو روز محشر تک زندہ تابندہ رہے گی۔ امام عالی مقام کی یہ عظیم قربانی تاریخ اسلام اور تاریخ انسانیت کا ایک روشن باب ہے جس کی مثال روئے زمین پر نہیں ملتی - باطل کے سامنے خاندان رسالتؐ کا سینہ سپر ہو جانا اور اپنے جاں نثاروں کے ساتھ حق و صداقت کے علم کو بلند کرنے کے لئے اپنے لہو کے نذرانے پیش کرنا، شجاعت اور شہادت کا بے مثال اور عظیم کارنامہ ہے - کربلا والوں نے اللہ اور اس کے دین کی حفاظت کے لئے اپنے بچوں، جوانوں اور بوڑھوں کے لہو سے پرچم اسلام کو بلند کیا۔

شہادت حسینؑ کا فلسفہ جاننے سے پہلے یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ حضرت امام حسینؑ اور یزید کے درمیان جنگ کیوں ہوئی - حضرت امام حسین اور یزید کی جنگ سوال بیعت اور نظام شریعت کے نفاذ پر تھی - حضرت امام حسینؑ نظام شریعت کا نفاذ چاہتے تھے اور یزید بیعت چاہتا تھا۔

جنگ میں فتح حضرت امام حسینؑ کی ہوئی کیونکہ یزید بیعت حاصل نہ کر سکا اور ہار گیا اور حضرت امام حسینؑ نے جان دے کر میدان کربلا میں اسلام کو زندہ جاوید بنا دیا۔ اب یہ بھی جان لیجئے کہ جنگ کی ابتدا کیسے ہوئی - کوفیوں نے حضرت علیؑ کو شہید کرنے کے بعد حضرت امام حسینؑ کو اپنی سیاست کا نشانہ بنایا اور اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لئے انہیں خطوط لکھنے شروع کر دیئے کہ آپ یہاں تشریف لے آئیں - ہم آپ کے دست مبارک پر بیعت کریں گے اور خون علیؑ کا بدلہ چکائیں گے -

حرت امام حسینؑ نے خطوں کو پڑھنے کے بعد حضرت مسلم بن عقیلؑ کو کوفہ روانہ کر دیا تاکہ وہ صحیح صورت حال کا جائزہ لے سکیں - حضرت مسلم بن عقیلؑ کا کوفہ میں والہانہ استقبال کیا گیا ان لوگوں کے نعروں اور مسلسل اصرار سے متاثر ہو کر مسلم بن عقیلؑ نے حضرت امام عالی مقام کو خط لکھا کہ آپ تشریف لے آئیں - حضرت امام حسینؑ خط پڑھ کر کوفہ کے لئے روانہ ہو گئے اور اپنے خیر خواہوں کے اصرار کے باوجود ارادہ تبدیل نہ کیا

مسلم بن عقیلؑ کا والہانہ استقبال اہل اقتدار کی ناراضی کا باعث ہوا اور والی کوفہ کو معزول کر کے ابن زیاد کو وہاں کا حاکم بنا دیا گیا۔ اس نے پہلے تو ایک بہت سخت تقریر کی جسے سن کر خط لکھنے والے بھاگ گئے اور پھر مسلم بن عقیلؑ کو شہید کر دیا۔ ان کی شہادت سے اقتدار پسندوں کے عزائم بے نقاب ہوگئے۔

سفر کے دوران حضرت امام حسینؑ کو جب مسلم بن عقیلؑ کی شہادت کی خبر ملی آپ بہت افسردہ خاطر ہوئے مگر اپنے فیصلے پر قائم رہے اور اپنے ساتھیوں کو لے کر کربلا پہنچ گئے۔ ابن زیاد کی فوج نے آپ کا راستہ روکنے کی کوشش کی تو آپ نے خطوں کا ڈھیر دکھا کر کہا میں ان خطوں کے جواب میں آیا ہوں۔

اور تم لوگ ہٹ جاؤ - میں یزید سے براہ راست بات کرنا چاہتا ہوں۔

انہوں نے کہا آپ اپنا راستہ بدل دیں۔

امام حسینؑ نے کہا میں اپنا راستہ نہیں یزید کا راستہ بدلنے آیا ہوں۔ مگر ابن زیاد اور اسؑ کے حواری کسی

بات پر آمادہ نہ ہوئے اور ان کے گرد گھیرا تنگ کرنا شروع کر دیا۔

حضرت امام حسینؓ نے میدان کربلا میں خطبہ دیتے ہوئے کوفیوں کے چہرے سے نقاب الٹ دیا مگر ان کے دل پتھر ہو چکے تھے۔ ان کے کان بہرے ہو چکے تھے ان کی آنکھوں کا پانی مر چکا تھا۔ اس لئے انہوں نے نواسہ رسولؐ گوشہ بتول کو بے یارومددگار کر کے شہید کرنے کا فیصلہ کیا۔ جب آپ کے تمام جان نثار ایک ایک کر کے جام شہادت نوش کر چکے تو سیدنا حضرت امام حسینؓ اپنی قربانی پیش کرنے کے لئے میدان میں تشریف لے گئے اور بڑی استقامت سے معرکہ آراء ہوئے۔

آخر کب تک بھوکے پیاسے ان ظالموں کا مقابلہ کرتے، زخموں سے چور ہو کر نڈھال ہو گئے۔ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے نماز کی ادائیگی کے لئے روبہ قبلہ ہوئے یہی وہ سجدہ تھا جو عمر بھر کے سجدوں کا حاصل بن گیا آپ نے نفاذ شریعت کی خاطر اپنا سر کٹا کر یہ ثابت کر دیا کہ حسینؓ کا سر کٹ تو سکتا ہے مگر غیر اللہ کے آگے جھک نہیں سکتا۔

بقیہ (لب القرآن)

بیت و اصحاب رسولؐ بھی صراط مستقیم، بزرگان دین اور اولیاء کرام بھی صراط مستقیم ہوئے۔

صاحب تفسیر حسینی آیت مذکورہ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

راہ سیدھی کہ اقوال افعال اور اخلاق میں اولیاء و انبیاء کی راہ ہے۔ اس واسطے کہ افراط و تفریط اور کسی قسم کی زیادتی و کمی میں وہ راہ متوسط ہے اور دکھا تو ہمیں سیدھی راہ یعنی اپنی ذات کی محبت اور مشاہدے سے مشرف رکھ تاکہ اپنی طرف اور تیرے غیر کی جانب التفات کرنے سے آزاد ہو کر ہم بالکل تیرے ہی گرفتار ہو جائیں اور تیرے سوا نہ کچھ دیکھیں اور نہ کچھ خیال کریں یہی میری زندگی ہو اور یہی میری بندگی ہو۔

بقیہ تفکر وتذکر

حسین ابن علیؓ وہ عظیم حق گو اور حق شناس ہستی ہیں جنہوں نے اپنے نانا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مبارک قول کی عملی تفسیر پیش کی کہ بہترین جہا جابر سلطان کے آگے کلمہ حق کہنا ہے۔

میدان کربلا میں امام حسینؓ نے اپنی جان مال اور عزت و ناموس کو داؤ پر لگا کر ثابت کیا کہ نظام خدا کی برتری اور سرفرازی ان سب چیزوں پر مقدم ہے۔

حسینؓ نہ صرف دورحاضر کے انسان کے لئے نمونہ کامل ہیں بلکہ ان کے لہو سے جلنے والا چراغ اس وقت تک انسانی معاشرے کے ماحول کو منور کرتا رہے گا جب تک کفر و شرک اور ظلم و ناانصافی کے اندھیرے باقی ہیں۔

اللہ پاک ہمیں امام حسینؓ اور ان کے عظیم ساتھیوں کی روشن مثال پر عمل پیرا ہوتے ہوئے حق و باطل کی اس رزم گاہ میں ایک حقیقی مجاہد کا کردار ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

بقیہ تصوف روح اسلام

ہیں۔ حضرت بایزید بسطامیؒ اور حضرت سجاع کرمانیؒ نے سلوک کے پچاس درجے رکھے ہیں۔ ان میں سے دسواں درجہ کشف و کرامت کا ہے۔ جو کوئی دسویں درجے میں پہنچ جائے وہ ان کے نزدیک کرامت اور مکاشفہ کر سکتا ہے۔ لیکن خواجگان بہشت کے نزدیک سلوک کے پندرہ درجے ہیں۔ ان میں پانچواں درجہ کشف و کرامات کا ہے اگر کوئی شخص پانچواں درجے میں کشف کر دے تو باقی دس درجوں کو نہیں پہنچ سکتا۔ مرد کامل تو وہ ہے جو وہ پندرہویں درجہ پر بھی پہنچ جائے تو بھی کشف نہ کرے۔ (حوالہ افضل الفوائد از تحریک تصوف، ص:۸۸)

شہادت امام حسین علیہ السلام تاریخ کے آئینے میں

غلام تقی نوربخشی منہاج القرآن یونیورسٹی لاہور

روز اول سے لے کر آج تک جن لوگوں نے بھی حق و صداقت کا پرچم بلند و بالا کرنے کا عزم کیا۔ انہیں ہمیشہ مختلف قسم کے مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑا۔ مسلمانوں کی چودہ سو سالہ تاریخ حق کی خاطر قربانیاں دینے والوں کے ناموں سے پر ہے۔ لیکن جو قربانی حضرت امام حسین علیہ السلام نے دس محرم الحرام کو دریائے فرات کے کنارے میدان کربلا میں اپنے نانا کے دین کے تحفظ کی خاطر پیش کی، اس کی مثال رہتی دنیا تک ملنا مشکل ہے بلکہ ناممکن ہے۔ واقعہ کربلا ہر سال ایک نئے جذبے اور ولولے کے ساتھ آتا ہے اور مسلمانوں کے دلوں کے زخموں کو تازہ کرتا ہے۔ اور حق کی خاطر باطل کے خلاف ایک نفرت دل میں پیدا کرتا ہے اور مسلمانوں کے جذبہ ایمانی میں اضافہ کا باعث بنتا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام کی شہادت کے بعد عراقیوں نے حضرت امام حسن علیہ السلام کو اپنا خلیفہ بنایا۔ لیکن معاویہ اپنی فوجیں لے کر امام حسن علیہ السلام کے مقابلے میں آئے۔ امام حسنؑ جو کہ طبعاً خونریزی سے گریزاں تھے۔ آپؑ نے مقابلے کو بے سود دیکھ کر چند شرائط کے ساتھ ظاہری خلافت سے دستبرداری اختیار کی تاکہ امت محمدیہ مزید قتل و غارت سے بچ جائے۔

معاویہ نے اپنی وفات سے پہلے ہی یزید کی بیعت کے لئے راہ ہموار کی اور اسے اپنا جانشین منتخب کیا۔ مزید براں یزید کو لکھا دیا تھا کہ میرے بعد جو کچھ بھی کرنا پڑے مگر حسینؑ سے بیعت لے لینا۔ اس طرح خلافت کو بادشاہت میں تبدیل کرنے کا منصوبہ معاویہ کی زندگی میں ہی بن چکا تھا۔

یزید ایک باطل پرست حکمران تھا۔ یزید دین کا دشمن اور شریعت کا باغی تھا۔ یزید کے دور میں خدا کے دین کا کھلم کھلا مذاق اڑایا جانے لگا۔ حلال و حرام کی تمیز ختم ہونے لگی۔ شراب نوشی اور زنا عام ہوگئے۔ زندگی کے ہر شعبے میں جھوٹ اور دھوکہ بازی لوگوں کا وطیرہ بن کر رہ گئی۔

یزید کا مقصد یہ تھا کہ اسلام کا قلادہ گردن سے اتار کر حکومت کی جائے۔ اسلامی اقدار کو پاؤں تلے روند کر داد عیش دی جائے۔ محمدؐ عربی کے قوانین کو توڑ دیا جائے۔ حدود الہیہ کے نشانات معدوم کر دیئے جائیں۔ مسجدیں ویران ہوتی ہیں تو ہو جائیں۔ عیش و نشاط کی محفلیں بپا ہوتی رہیں۔ یزید کا مقصد تھا کہ وہ اہل اسلام کے دلوں سے حرارت ایمانی ختم کر دے۔ اسلام کی مرکزیت مٹا دے۔ اور مسلمانوں کی رسول خداؐ سے وابستگی کا تصور فنا کر دے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اگر حکمران نیک دل اور دیندار ہو تو وہ عوام کی اصلاح کرتا ہے اور اگر حاکم بدکار اور بددیانت ہو تو وہ عوام کے اخلاق کا بھی بیڑا غرق کر دیتا ہے۔ شاہی محلات سے نکلی ہوئی برائیوں کو کیسے روکا جا سکتا ہے۔ یزید نے بدکاری اور بے حیائی کی ابتدا ایوان شاہی سے کی تھی۔

جب آغوش نبوتؐ میں سونے والے حسینؑ اور دوش رسولؐ پر سوار ہونے والے حسینؑ نے یزید جیسے بدکار اور ظالم و جابر کو زبردستی مسلمانوں سے بیعت لیتے دیکھا اور اپنی آنکھوں کے سامنے دین محمدیؐ کی ناؤ ڈوبتی دکھائی دی تو انہوں نے محسوس کیا کہ اب جہاد کے سوا اور کوئی چارہ نہیں۔ نواسہ رسولؐ اور نورعین بتولؑ کے صفحہ قلب میں نانا حضورؐ کے وہ الفاظ آگئے کہ یہ میرا فرزند ہے

خون سے دین الٰہی کی آبیاری کرے گا۔ ان کی رگوں میں جدِ امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے خون نے جوش مارا اور آپؑ نے وفدیتہ بذبح عظیم کی ذمہ داری محسوس کی۔

مدینہ منورہ میں سیدنا امام حسین علیہ السلام عبداللہ بن زبیر حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبدالرحمن بن ابو بکرؓ کے علاوہ تمام لوگوں نے یزید ملعون کی جبر و بربریت کی بنا پر اس کی بیعت کر لی تھی۔ یزید کو ان حضرات سے بہت خطرہ تھا۔ اسے یقین تھا کہ اگر ان میں سے کسی ایک نے بھی خلافت کا دعویٰ کیا۔ تو حجاز اور عراق کی اکثریت لازماً ان کا ساتھ دے گی۔ چنانچہ یزید نے حاکم مدینہ ولید بن عقبہ کو حکم بھیجا۔ کہ ان حضرات سے فوراً بیعت لے لو۔ اور کسی لیت و لعل کی مہلت نہ دو۔ ولید نے امام حسین علیہ السلام کو بلا بھیجا اور یزید کا خط دکھا کر بیعت کی درخواست کی۔ آپؑ نے فرمایا کہ مجھ جیسا آدمی خفیہ طور پر بیعت نہیں کر سکتا۔ فی الحال اس معاملے کو رہنے دو۔ ولید فطری طور پر امن پسند تھا۔ اس لئے اس نے کسی قسم کا دباؤ ڈالنا مناسب نہیں سمجھا۔ اور بیعت لئے بغیر امام حسینؑ کو رخصت کیا۔ جب مروان بن حکم کو اس کی خبر ہوئی تو غضبناک ہو کر ولید پر برس پڑا۔ اور کہا تم نے حسینؑ کو ڈھیل دے کر بیعت کا موقع ہمیشہ کے لئے کھو دیا۔ اب تم کبھی بھی ان پر قابو نہیں پا سکو گے۔

عبداللہ بن زبیر نے راتوں رات مکہ روانہ ہو کر حرم میں پناہ لی کیونکہ مدینے میں یزید کی بیعت کے بغیر قیام ناممکن ہو گیا تھا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام بھی محمد بن حنیفہ کے مشورے پر اپنے اہل و عیال کے ساتھ مکہ روانہ ہو گئے۔

ادھر کوفہ والے آپؑ کو مسند خلافت پر دیکھنا چاہتے تھے۔ چنانچہ کوفہ والوں نے آپ کو اپنے ہاں بلانے کے لئے لگاتار خطوط بھیجنے شروع کر دیئے۔ آپ نے اپنے چچا زاد بھائی حضرت مسلم بن عقیلؓ کو حقیقت حال معلوم کرنے کے لئے کوفہ بھیجا۔ حضرت مسلم بن عقیل کے کوفہ پہنچتے ہی اہلیان کوفہ آپ بیعت کرنے کے لئے جوق در جوق آنا شروع ہوئے اور چند دنوں میں ہی اٹھارہ ہزار عقیدت مندوں نے آپ پر بیعت کر لی۔ اس صورت حال کو دیکھ کر حضرت مسلمؓ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو لکھا کہ اہل کوفہ آپ کی امامت کے دل و جان سے خواہاں ہیں اس لئے آپ فوراً کوفہ تشریف لائیں۔

ادھر حرم کعبہ میں منافقوں کی شورش بڑھ گئی اور فتنہ فساد کا اندیشہ ہو گیا۔ تو امام حسین علیہ السلام نے حرمت کعبہ کے پیش نظر مکہ چھوڑ کر کوفہ جانے کا ارادہ کر لیا اور کوفہ والوں کے اصرار اور حضرت مسلم کی فضا سازگار ہونے کی اطلاع اور آپ کو کوفہ کی طرف بلانا۔ ان سب باتوں کے پیش نظر آپ اپنے اہل عیال سمیت کوفہ روانگی کی تیاری کرنے لگے۔ آپ کے عزیز و اقارب اور خیرخواہوں نے آپ کو کوفہ کی طرف جانے سے روکنے کی کافی کوشش کی۔ خصوصاً حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بصدق دل استدعا کی کہ آپ کوفہ تشریف لے جانے کا ارادہ ملتوی کر دیں کیونکہ موجودہ صورت حال میں وہاں جانا مناسب نہیں بالخصوص اہل و عیال کو ایسے خطرناک سفر میں لے جانا سراسر خلاف مصلحت ہے۔ آپؑ نے مزید فرمایا کہ اہل کوفہ کی بے وفائی اور غداری مسلم ہے فریب کاری ان کی فطرت بن چکی ہے اگر آپؑ نے جانا ہی ہے تو کوفہ والوں کو لکھیں کہ پہلے کوفہ سے یزید کے تعینات کردہ عامل نکال دیں اور وہاں کی فوج کو اپنے قابو میں کر لیں اگر وہ ایسا کرنے میں کامیاب ہوئے تو بے شک آپ علیہ السلام تشریف لے جائیں۔

لیکن امام حسینؑ خوب سمجھتے تھے کہ یزید کی سلطنت کے کسی بھی حصے میں رہتے ہوئے اس کی بیعت کئے بغیر چارہ نہیں۔ آپؑ جانتے تھے کہ بنی امیہ نے اپنی فوجی طاقت کے زور پر ایک دنیاوی بادشاہت قائم کر لی ہے۔ ایسے حالات میں مکہ کی رہائش یا حرم کی پناہ کوئی فائدہ نہیں دے سکتی۔ آپؑ منشاء الٰہی اور حکمت الٰہی دیکھ رہے تھے چنانچہ آپؑ نے ۷۲ افراد کا قافلہ گردن نہادن تیار کیا اور عراق کی طرف چل دیئے۔

جب آپ مقام ثعلبہ پر پہنچے تو آپؑ نے وہاں اپنے قافلے کو ایک خطبہ دیا آپ نے فرمایا:

"لوگو! میں نے تمہیں اپنے ساتھ اس لئے رکھا تھا کہ بظاہر خیال تھا کہ عراق والے میرا ساتھ دیں گے ۔ لیکن مجھے اپنے بھائی مسلم بن عقیلؑ کے متعلق بہت ہی دردناک خبر ملی ہے ۔ ہمارے دوستوں نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ہے ۔ تم میں سے جو لوگ تلوار کی آنچ اور نیزے کی چوٹ برداشت کر سکیں وہ ہمارے ساتھ چلیں۔ ورنہ واپس ہو جائیں۔" (منتخب طبری)

آپؑ کے جانثاروں نے جواب میں کہا کہ ہم ہرگز واپس نہیں جائیں گے بلکہ کوفہ جا کر یا تو مقتول بھائی کا بدلہ لیں گے یا ان کی طرح اپنی جانیں بھی قربان کر دیں گے۔

چنانچہ سفر جاری رہا مقام ذی حسم پر حر کی فوج نے آپؑ کو کوفہ جانے سے روکا۔ امام عالی مقام اور حر کے درمیان کافی بحث مباحثے ہوئے نماز عصر سب نے نواسہ رسول کی اقتداء میں باجماعت ادا کی نماز کے بعد امام حسینؑ نے لشکر حر کو ایک خطبہ دیا۔ آپ نے فرمایا:

"اے لوگو! رسول خدا کا ارشاد ہے جو تم میں ایسے حاکم کو دیکھے جو ظالم ہے، حلال خدا کو حرام اور حرام خدا کو حلال کرتا ہے ۔ عہد الٰہی کو توڑتا ہے، سنت رسولؐ کا مخالف ہے، خدا کے بندوں کو ستاتا ہے ۔ اگر کوئی ایسے حاکم کے ساتھ تعاون کرتا ہے تو اس کا حشر بھی اسی ظالم حاکم کے ساتھ ہو گا۔

دیکھو! ان لوگوں (بنی امیہ) نے شیطان کی اطاعت اپنے لئے لازم کر لی ہے اور خدا کی اطاعت سے منہ پھیر لیا ہے۔ انہوں نے فساد پھیلایا اور حدود الٰہی کو معطل کر دیا۔ اور خراج سلطنت کو اپنی ذاتی ملکیت بنا لیا۔ حرام خدا کو حلال اور حلال خدا کو حرام کر دیا۔ میں ان کے خلاف آواز بلند کرنے کا زیادہ حقدار ہوں۔ اس لئے کہ مجھے رسول خداؐ سے قرابت کا شرف حاصل ہے۔ میرے پاس تمہارے خطوط پہنچے ہیں ۔ تمہارے قاصد یہ پیام لائے کہ تم نے میری بیعت کر لی ہے۔ اور یہ کہ تم مجھے تنہا چھوڑو گے۔ نہ نصرت ترک کرو گے اگر تم نے جو مجھ سے کہا تھا اس پر قائم رہے تو تم کامیاب رہے اور ہدایت پائی ۔ میں حسین ابن علیؑ و فاطمہؑ بنت رسول خدا ہوں۔ میری جان تمہاری جان کے ساتھ ہے۔ میرے اہل و عیال تمہارے اہل و عیال کے ساتھ ہیں ۔ تمہارے لئے میری زندگی اچھا نمونہ ہے۔

اور اگر تم عہد پر قائم نہ رہو اور بیعت کو توڑ دو تو یہ تم سے کوئی تعجب خیز نہیں ہے۔ یہی سلوک تم نے میرے باپؑ، بھائیؑ اور ابن عم مسلم بن عقیلؑ سے کیا تھا

دھوکہ کھانے والا وہی ہے جو تمہارے دھوکہ میں آئے ۔ تم نے اپنا ہی نقصان کیا اور اپنی قسمت برباد کی۔ جو عہد و پیمان توڑتا ہے اپنا ہی نقصان کرتا ہے اور عنقریب خدا تم سے بے نیاز کر دے گا۔" (تاریخ طبری)

لیکن حر نے حکومت یزید کے مامور کی حیثیت سے حکومت کے حکم پر عمل کرتے ہوئے امام حسینؑ کا راستہ روک لیا اور کربلا کے لق و دق صحرا میں قیام پر مجبور کر دیا۔

دو محرم الحرام ۶۱ ہجری سے کربلا میں یزیدی لشکر کی آمد شروع ہو گئی سات محرم تک یزیدی فوجوں کی تعداد چار ہزار سے لے کر اسی ہزار تک روایت میں آتا ہے جمع ہوئے۔ جبکہ امام حسینؑ کے ساتھ صرف ۷۲ جانثار تھے۔

میدان کربلا میں یہ ۷۲ جانثاران اسلام مظلوم انسانیت کو درس دینے کے لئے صف آراء تھے ۔ ریگزار کربلا میں ۷ محرم سے آل محمدؐ پر فرات کا پانی بند کر دیا گیا۔ عمر ابن سعد نے اعلان کیا ۔ اگر دریا فرات سے جنگل کے پلید جانور پانی چاہیں تو پئیں لیکن حسین ابن زہراؑ اور اس کے ساتھیوں کو پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں پینے دوں گا۔ اس صورت حال سے بچے پیاس سے بلک رہے تھے اور جوان نڈھال ہو رہے تھے۔ مگر ظالموں کے دل میں ذرہ برابر بھی رحم نہیں آیا۔

نو محرم الحرام کو اعلان جنگ کر دیا گیا۔ لیکن امام حسین علیہ السلام نے حضرت عباس علمدارؑ کو بھیج کر شب عاشور کی مہلت مانگی۔

آپ نے شبِ عاشور اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔ آپ نے فرمایا:

"آگاہ رہو ۔ میرا خیال ہے کہ مجھے دشمنوں سے سخت مقابلہ درپیش ہو گا۔ تم سب کو اجازت دیتا ہوں کہ تم سب چلے جاؤ ۔ تم پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے رات آ گئی ہے اس میں چلے جاؤ تم میں سے ہر شخص میرے اہل بیت میں سے کسی شخص کا ہاتھ پکڑے اور رات کی تاریکی میں منتشر ہو جاؤ مجھے ان دشمنوں کے ساتھ تنہا چھوڑ دو یہ میرے سوا اور کسی کو نہیں چاہتے ۔" (اقتباس تاریخ طبری

یہاں تک کہ آپ نے خیمے کا چراغ بھی گل کروا دیا۔ اور اس طرح آنکھ کی شرم کا مسئلہ بھی حل کر دیا۔ مگر کچھ دیر کے اندھیرے میں فرق صرف یہ ہوا کہ ان میں جوانوں نے اپنی تلواروں کے نیام توڑ دیئے ۔ اور بوڑھوں نے اپنی پگڑی اتار کر اپنی اپنی کمروں پر باندھ لیں تاکہ ان کی جھکی ہوئی کمر سیدھی ہو جائے ۔

دس محرم الحرام سن ۶۱ ہجری کو حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے ۷۲ جانثاروں کے ساتھ باطل کے مقابلے میں ڈٹ گئے۔ مگر ۸۰ ہزار کے مسلح لشکر کے سامنے ۷۲ آدمیوں کی مختصر سی جماعت کیا حیثیت رکھتی تھی ۔ تھوڑے ہی وقت میں قافلہ حسینؑ کا ایک ایک سپاہی سینکڑوں دشمنوں کو واصل جہنم کرتے ہو گئے ۔ حسین مظلومؑ اپنے وفادار بھائیوں اور بیٹوں کو بھی دین مصطفیٰ کو بچانے کے لئے قربان کر دیا اور آخر میں خود بھی جام شہادت نوش فرمایا۔

یزید کے خونخوار بھیڑیوں نے شہدا کربلا کو بے گوروکفن چھوڑا بلکہ ان کے مقدس لاشوں پر گھوڑے بھی دوڑائے گئے۔ ان انسانیت سوز حرکات کے علاوہ خاندان نبوت کی مقدس بیبیوں کو بچوں سمیت اسیر کر کے دربار یزید میں لے جایا گیا۔ اور انہیں رسوا کرنے کی ناکام کوشش کی گئی ۔

حضرت جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفاء میں لکھتے ہیں کہ "آپ کی شہادت کے بعد سات دن تک اندھیرا رہا دیواروں پر دھوپ کا رنگ زرد پڑ گیا۔ بہت سے ستارے ٹوٹ گئے۔ اور سورج گرہن میں آ گیا۔ مسلسل چھ ماہ تک آسمان کے کنارے سرخ رہے بعد میں رفتہ رفتہ سرخی جاتی رہی البتہ شفق کی سرخی بدستور رہی ۔ کہتے ہیں کہ یہ سرخی شہادت حسین سے قبل نہ تھی ۔ شہادت حسین کے روز بیت المقدس میں جو بھی پتھر اٹھایا جاتا اس کے نیچے سے تازہ خون بہتا ۔"

ترمذی نے سلمیٰ سے روایت کیا ہے کہ میں ام سلمیٰ کے ہاں گئی تو میں نے آپؑ کو روتا ہوا پایا۔ میں نے رونے کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ میں نے رسول خداؐ کو خواب میں دیکھا آپ کا سر اور ریش مبارک غبار آلود تھی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں کیا دیکھ رہی ہوں ؟ تو آپؐ نے فرمایا" میں نے ابھی ابھی حسینؑ کو شہید ہوتے دیکھا ہے۔

ابو نعیم نے دلائل میں حضرت ام سلمیٰ کی زبانی لکھا ہے کہ میں نے شہادت حسینؑ پر جنات کو گریہ و زاری کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

الغرض شہید اعظم نے اپنے ۷۲ نفوس قدسیہ کا ریگزار کربلا میں ذبح عظیم پیش کر کے اپنے خون سے انا اعطینک الکوثر کی تفسیر لکھی اور یزید کو ان شانئک ہو الابتر کے گڑھے میں دفن کر دیا ۔ اس لئے کسی نے کیا خوب فرمایا:

قتل حسینؑ اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

آج خون حسینؑ ہم سے یہ سوال کر رہا ہے کہ جس دین کی بقا کے لئے نانا مصطفیٰ نے قسم قسم کے مصائب و آلام برداشت کئے۔ اور اسی دین کو زندہ رکھنے کے لئے سینکڑوں صحابہ کرام شہید کرائے گئے۔ اسی دین کی تکمیل کے واسطے کئی معصوم عورتیں شہید ہوئیں۔ اسی دین کی خاطر حضرت حمزہؓ کا کلیجہ چبایا گیا۔ اور اسی دین کو تقویت پہنچانے کی پاداش میں علی مرتضیٰ کو مسجد کوفہ میں شہید کرایا گیا۔ اور اسی دین کی تبلیغ کرنے کی وجہ سے حسن

(باقی صفحہ نمبر ۳۳)

سانحہ کربلا میں جناب زینبؑ کا کردار

سید بشارت علی شاہ

جناب رسول خداؐ کا فرمان ہے کہ عورت نہ صرف یہ کہ نیکی کا فرشتہ ہو سکتی ہے بلکہ کار نبوت میں بھی شرکت کر سکتی ہے میدان مباہلہ میں اگر نبوت کے ساتھ جناب فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا نظر آتی ہیں تو میدان کار زار کربلا میں جناب زینب سلام اللہ علیہا نے وہ کردار ادا کیا جو ہر دور کی عورت کے لئے مشعل راہ ہے۔ امام حسینؑ کے مقصد کی تکمیل جناب زینب سلام اللہ علیہا نے کی۔ اگر جناب زینبؑ امام حسینؑ کے ساتھ میدان کربلا میں نہ ہوتیں اور شہادت امام حسینؑ کے بعد کوفہ و شام

کے بازاروں اور دربار یزید میں حضرت علیؑ کے لہجے میں خطبات نہ دیتیں تو آج کربلا کا نام و نشان نہ ہوتا بلکہ دین اسلام مٹ چکا ہوتا۔ یہ میدان کربلا میں امام حسینؑ کے ساتھ شامل ہونے والی خواتین اور جناب زینب سلام علیہا کا ہی مشن تھا کہ واقعہ کربلا زندہ ہے۔ یہ جناب زینب سلام علیہا کا ہی کارنامہ ہے کہ انہوں نے اپنے خطبات سے مظالم کربلا کو آشکار کیا اور واقعات کربلا و اسباب کربلا کو لوگوں تک پہنچایا۔ وگرنہ غلط اور بے بنیاد پروپیگنڈے کے ذریعے اس حیات آفرین واقعہ کی اصل شکل مسخ کر دی جاتی۔ تاریخ شاہد ہے کہ بنی امیہ نے امام حسینؑ کی شہادت کو غلط رنگ دینے کی ہر ممکن کوشش کی۔ کبھی اسے فوراج کی بغاوت سے تعبیر کیا گیا تو کبھی بے بنیاد پروپیگنڈے کئے گئے جناب زینب سلام علیہا کے خطبات کے سوا کیا تھا۔ جو بنی امیہ کے ان بے بنیاد پروپیگنڈوں کا توڑ کرتا اور جہاد حسینیؑ کی اصل حقیقت کو لوگوں کے سامنے پیش کرتا۔

ایسے حالات میں اگر امام حسین علیہ السلام اپنے اہل و عیال (اہل حرم) کو مدینہ یا مکہ چھوڑ دیتے تو قوی امکان تھا کہ آپؑ کی راہ میں رکاوٹیں ڈالنے کے لئے حکومت شام ایسے ہی ہتھکنڈے استعمال کرتی جس کے نتیجے میں آپ کے لئے تحریک کا جاری رکھنا مشکل ہو جاتا۔ لہذا جب اہل بیت علیہم السلام کے بارے میں ابن عباس نے گفتگو کی تو امامؑ نے جواب میں فرمایا۔ یہ پیغمبرؐ کی امانتیں ہیں ان کے بارے میں مجھے کسی پر اعتماد نہیں۔

جناب زینب سلام علیہا نے بھی ابن عباس کو مخاطب کر کے فرمایا یا ابن عم کیا تم ہمارے بزرگ و آقا کو یہ مشورہ دیتے ہو کہ ہمیں تنہا چھوڑ دیں اور خود چلے جائیں، کیا اس زمانے میں ان کے علاوہ ہمارا کوئی ہے خدا کی قسم ہم انہی کے ساتھ جئیں گے اور انہی کے ساتھ مریں گے۔

جناب زینب سلام علیہا نے اپنے خطبوں سے شہداء کربلا کے مشن کو ام نشرح کیا یزید سید زادیوں کو بے مقنع و چادر شہر شہر تشہیر کرا کے اپنی خلافت کے اقبال کو مضبوط کرنا چاہتا تھا۔ اس مقصد میں وہ یقیناً کامیاب ہو جاتا اگر جناب زینب سلام علیہا اپنی بے کسی و بے بسی سے مجبور ہو جاتیں لیکن ثانی زہراء سلام علیہا کسی مصیبت

سے مرعوب نہیں ہوئیں اور نشرواشاعت کی تعلیم و تربیت بغیر کسی سے سیکھے ہوئے اس کی مشق ہم کئے ہوئے تھے اور جو ان کو ازل سے حاصل تھا۔ جناب زینبؑ نے ہر موقع سے فائدہ اٹھایا۔ جہاں کہیں بھی ان کا تماشا دیکھنے کے لئے ہجوم جمع ہوا۔ انہوں نے فوراً خطبہ دیا۔ شہید کربلا کے مرتبے کو سمجھایا۔ اپنی معرفت کروائی مظالم کا تذکرہ کیا اور واضح کر دیا کہ یزید اور اس کے کل تابعین دشمن اسلام وایمان ہیں۔

(باقی صفحہ نمبر ۱۳۱ پر)

(گزشتہ سے پیوستہ)
قسط نمبر۲

فضائل اہلبیت

شکور علی انور فاضل عربی - بی اے، بی ایڈ

حضرت ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو میں تم میں دو گراں بہا چیزیں چھوڑنے والا ہوں ایک کتاب خدا (قرآن) جو کہ آسمان سے زمین تک ایک پھیلی ہوئی رسی ہے۔ دوسرے میرے اہلبیت و عترت اطہار علیہم السلام یہ دونوں ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس دونوں وارد ہوں گے۔ (ترجمہ زاد العقبیٰ)

شمائل ترمذی میں حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حج کے موقع پر عرفہ کے دن اس حالت میں دیکھا کہ آپ اپنی قصویٰ نامی اونٹنی پر سوار تھے اور یہ ارشاد فرما رہے تھے۔ یایها الناس انی تارک فیکم شیئا ان تمسکتم بہ لن تضلوا کتاب اللہ و عترتی اهلبیتی۔

اے لوگو میں تم میں وہ چیز چھوڑتا ہوں اگر اس کو پکڑو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے کتاب خدا اور میری عترت جو میری اہلبیت ہیں۔ (صواعق محرقہ تفسیر ابن کثیر ج ۵ ص ۱۵ (جامع ترمذی مناقب اہلبیت)

دوسری جگہ یہ روایت مندرج ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم میں دو چیز چھوڑنے والا ہوں اگر اس کا دامن پکڑو گے تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گے ایک چیز دوسری چیز سے بڑی ہے۔ ایک کتاب خدا ہے جو آسمان سے لے کر زمین تک رسی کی طرح کھچی ہوئی ہے۔ دوسرے میری عترت جو میری اہلبیت ہیں یہ اس وقت تک جدا نہ ہوں گے حتیٰ کہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں گے (دیکھوں گا میرے بعد) ان دونوں کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو۔ (کتاب ینابیع المودت ص ۳۰، شیخ قندوزی، باب نمبر ۱۱، حدیث نمبر ۱۱)

اور یہی روایت کتاب مسند احمد بن حنبل میں ابن سعید خدری رضی اللہ عنہ سے وارد ہوئی ہے۔ اور کتاب مناقب خوارزمی میں حضرت عبداللہ بن حسن مثنیٰ بن حسن مجتبیٰ بن علی مرتضیٰ علیہم السلام سے روایت کرتے ہیں آپ اپنے باپ سے وہ اپنے دادا جناب امام حسن سے روایت کرتے ہیں کہ میرے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن خطبہ ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا اے لوگو! مجھے میری موت کا پیغام موصول ہو چکا ہے۔ جس کو میں قبول کر لوں گا۔

وانی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی واهلبیتی ان تمسکتم بهما لن تضلوا و انهما لن یفترقا حتی یرد علی الحوض فتعلموا منهم ولا تعلموهم فانهم اعلم منکم ولا تخلوا الارض منهم ولو خلت لا نساخت باهلها ثم قال اللهم انک لا تخلی الارض من حجة اللہ علی خلقک لئلا تبطل حجتک ولا تضل اولیاک بعد اذ هدیتهم اولئک الاقلون عدد عنداللہ عزو جل و لقد دعوت اللہ تبارک و تعالی ان کل العلم والحکمة فی عقبی و عقب عقبی و فی زرعی وزرع و زرعی الی یوم القیامة فاستجب لی۔ (کتاب ینابیع المودت ص ۲۳، شرح مودت القربیٰ باب نمبر ۲)

میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑنے والا ہوں ایک کتاب خدا۔ دوسرے میری اولاد۔ میرے اہلبیت۔ اگر ان کا دامن پکڑو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ یہ دونوں آپس میں جدا نہ ہوں گے حتیٰ کہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں گے۔ ان سے سیکھو اور ان کو نہ سکھاؤ۔ یہ تم سے زیادہ علم والے ہیں ان سے زمین کبھی خالی نہ رہے گی۔ اگر زمین ان

سے خالی ہو جائے گی۔ تو اپنے دینے والے کے ساتھ دھنس جائے گی۔ اے میرے اللہ اپنی زمین پر مخلوق کو اپنی حجت سے خالی نہ رکھنا۔ تھا کہ تیری حجت باطل نہ ہو جائے۔ ہدایت کے بعد تیرے اولیاء گمراہ نہ ہو جائیں اگرچہ یہ لوگ اللہ کے نزدیک تعداد کے لحاظ سے تھوڑے ہیں لیکن عزت کے لحاظ سے اللہ کے ہاں بہت بڑی منزلت والے ہیں۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ وہ میری پشت میں اور میری پشت کی پشت میں میری کھیتی میں اور میری کھیتی کی کھیتی میں قیامت تک علم اور حکمت قرار دے۔ اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول کر لی ہے۔ (ترجمہ مولانا ملک محمد شریف ملتانی)

وارثت کی ضرورت

آیت مودت کی تشریح مفسرین کی زبان سے معلوم کرنے سے قبل میں یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ پہلے اس آیت کی تفسیر میں پیش کی جانے والی مندرجہ بالا روایت پر تھوڑی سی نظر و وارثت کی دعوت دوں کہ علماء اسلام اور فقہاء ذی وقار نے اسلامی تعلیمات کی تفہیم کے لئے جو مساعی جمیلہ بروئے کار لائے ہیں اور اس زرخیز گلشن سے پورے متمتع ہوئے ہیں جس کے دل کش شگوفے اور گل و اثمار ہمارے عقل و نفوس کے لئے بہترین غذا کی حیثیت رکھتے ہیں اور ہماری دینی و مذہبی بنیادیں استوار کرنے میں مددگار ثابت ہوئے ہیں جہالت و ظلمت کے پردوں سے ہم نکل کر ایک مستحکم اسلامی سوسائٹی میں سازگار حال سے مامون ہوئے ہیں۔ اور علم و عمل کے حسین دبستان سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔

مذکورہ آیہ قل لا اسئلکم ..... الخ کی تشریح میں جن روایات کو پہلے درج کیا گیا ہے وہ موضوع کے عین مطابق تھیں۔ لیکن یہ روایات علماء کرام اور بعض فقہاء عظام نے کچھ اور انداز سے پیش کی ہیں۔ لہذا اب ہم قرآن و سنت کی روشنی میں ان جملہ افکار سے پردہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں جن کے بارے میں بعض مسلمان تشکیل و تشابہ کے شکار ہوئے ہیں اور سنگین اور خطرناک صورتحال کی طرف لڑھک گئے ہیں۔ اور آج مسلمان مسلمان کے درپے آزار ہیں۔ ایک گروہ دوسرے گروہ سے متوحش اور بیزار نظر آتا ہے۔ اور طرح طرح کی فتویٰ آزمائیوں میں مصروف ہیں۔ بایں ہمہ بعض دفعہ ایک دوسرے سے دست بدست لڑنے کے لئے میدان کارزار بھی برپا کرتے رہتے ہیں۔

حدیث ثقلین کا ایک اور طریق

مندرجہ بالا روایتیں وہ ہیں جن میں کتاب اللہ و عترتی اہلبیتی کے الفاظ وارد ہیں کتب حدیث میں حدیث ثقلین ایک اور طریقہ سے بھی وارد کی جاتی ہے۔ بعض محدثین نے اول الذکر طریقہ سے ہٹ کر روایات جمع کی ہیں۔ ان میں سے حضرت محمد بن اسماعیل بخاری حضرت امام مسلم حضرت ابوداؤد اور حضرت الامام الحافظ ابی زکریا یحییٰ بن شرف النوی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

التزام سنت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت تو وہ گرامی قدر چیز ہے جس کو لازم پکڑنا ہر مسلمان فرد پر فرض ہے۔

انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و سنتی ان تمسکتم بھمالن تضلوا حتی یرد علی الحوض۔ (کنز الاعمال)

میں تم میں دو گراں بہا چیزیں چھوڑنے والا ہوں جو میری کتاب اللہ (خدا کی کتاب) و سنتی (مری سنت) ہے اگر تم ان دونوں کو مضبوطی سے تھامے رکھو تو ہرگز گمراہ نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر وارد ہوں۔

(جاری ہے)

سفرنامہ ایران

مولوی عبدالحمید، ایم اے، بی ایڈ

انسانی زندگی ایک مسلسل سفر سے عبارت ہے۔ اور اس زندگی کے سفر میں بہت سے لمحات ناقابل فراموش ہوتے ہیں اسی لئے سفر کو وسیلہ ظفر کہا گیا ہے۔ لیکن اس سفر کی بات ہی کیا ہے جو اللہ کی رضا کے لئے اس کے مرتضیٰ بندوں کی زیارت یا آستانوں پر حاضری کے لئے ہو۔ چنانچہ اس سعادت عظمیٰ سے اپنے دامن بھرنے کے لئے خراسان (مشھد) کی طرف زائرین کی آمد و رفت کا سلسلہ سارا سال جاری رہتا ہے۔ اس لئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

میرے جگر کا ایک ٹکڑا خراساں میں دفن ہو گا جو کوئی مصیبت زدہ اس کی زیارت کرے گا اللہ اس کی مصیبت دور فرمائے گا جو کوئی گنہگار زیارت کرے گا اللہ اس کے گناہوں کی مغفرت فرمائے گا۔

حضرت عائشہ سے روایت ہے حضورؐ نے فرمایا جس نے میرے فرزند کی طوس جا کر زیارت کی اس کا ثواب ایک حج کے برابر ہو گا۔ حضرت عائشہ نے (تعجباً) پوچھا ایک حج۔ نبی کریمؐ نے فرمایا دو حج کے برابر ثواب ملے گا۔ حضرت عائشہ نے پھر سوال کیا دو حج؟ تو نبی کریمؐ نے فرمایا تین حج۔ تو حضرت عائشہ خاموش ہو گئیں تو حضور اکرمؐ نے فرمایا اے عائشہ اگر تم خاموش نہ ہوتیں تو میں ستر حج تک پہنچ جاتا۔ (اس حدیث کو امیر کبیر سید علی ہمدانی نے مودۃ القربیٰ مودت چہاردھم میں نقل کیا ہے) چنانچہ اس عظیم سعادت کے حصول کے لئے خپلو سے ہم سات افراد کا قافلہ سرزمین پاکستان کے کہساروں۔ دریاؤں۔ صحراؤں اور میدانوں کو عبور کرتا ہوا 5 جنوری بروز جمعرات ایرانی سرحد تفتان میں داخل ہوا۔ سرحد پر خوش اخلاق ایرانی کسٹم پولیس نے ہمیں خوش آمدید کہا۔ تفتان سے زاہدان اور پھر دوسرے دن بروز جمعہ صبح نمودار ہوتے ہی ہم خراسان (طوس) میں داخل ہوئے۔ دور ہی سے آستانہ مقدس امام ہشتم امام علی رضا کے مزار کا حسین سنہرا گنبد نظر آ رہا تھا۔ ہم نے نگاہوں سے سلام عقیدت پیش کیا پھر تھوڑی دیر مسافر خانے میں آرام کرنے کے بعد اپنے آقا و مولا کو سلام عرض کرنے اور حاضری کے لئے آستانہ کی طرف روانہ ہوئے جوں جوں آستانہ مقدس قریب ہوتا گیا دلوں میں جذبات محبت مچلنے لگے آخر ہم پرنم آنکھوں کے ساتھ آستانہ کے ضریح تک پہنچے۔ پھر جی بھر کر آقائے کے وسیلے سے اپنی تمنائیں اور التجائیں اللہ کے حضور پیش کیں۔

مرکز علم و ادب قم میں

تین دن مشھد قیام کے بعد مرکز علم و ادب قم شہر میں حضرت فاطمہ معصومہ بنت امام موسیٰ کاظم کے آستانے پر دعا و حاضری کے لئے روانہ ہوئے قم اسی معصومہ کے آخری آرام گاہ کی وجہ سے مرجع خلائق ہے۔ مشھد سے اٹھارہ گھنٹے سفر کے بعد ہم معصومہ کے آستانے پر عجز و نیاز حاضری کے لئے دست بستہ کھڑے تھے۔ یہاں بھی انفرادی اور اجتماعی دونوں صورتوں میں تمام مسلمانوں کی بھلائی اور مغفرت کے لئے دعائیں کیں۔ قم میں قیام کے دوران دوسرے امام زادوں کے مزاروں پر بھی حاضری دی۔

آستانہ شاہ سید علیہ الرحمہ پر

اس سفر میں ہماری آخری منزل اپنے پیر و مرشد کی دربار میں حاضری تھی۔ یوں ہم شیخ صاحب کی قیادت میں قم سے صبح سویرے پرائیویٹ بکنگ گاڑی پر اپنے آقا و مولا کی بارگاہ میں سلام عاجزانہ پیش کرنے کے لئے روانہ ہوئے۔ راستے میں دوسرے مزارات پر حاضری دیتے ہوئے تہران سے سولقان کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ کا آستانہ مبارک ایران کے دارالخلافہ اور قدیم شہر تہران سے تقریباً 50 کلومیٹر کے فاصلے پر ایک دیہات سولقان میں واقع ہے اسے مقامی لوگ سولغوں کے نام سے یاد کرتے ہیں

کتابوں میں سولقان بھی آیا ہے آب و ہوا صحت افزا ہے۔ خوردو اخروٹ کی بہتات ہے۔ تاریخ بلتستان کے مصنف لکھتے ہیں کہ ایران میں 1904ء کے آئینی انقلاب سے پہلے آپ کا مزار عالی شان طریقے سے بنا ہوا تھا۔ انقلاب کے دوران بعض لالچی شر پسندوں نے محض دفینے کے لالچ سے اسے کھود کر خراب کر دیا اور وہاں پر چڑھائی ہوئی قیمتی دھات کو لوٹا گیا۔

(تاریخ بلتستان، ص:180)

اب دوبارہ روضہ کی عمارت مکمل ہو چکی ہے۔ اندرونی دیواروں پر ایرانی طرز کے شاندار نقش ونگار بنائے گئے ہیں اور دیواروں پر شاہ سید کی شان میں بدرالدین کے اشعار درج ہیں اور شاہ سید کا ایک سلسلہ درج ہے جو حضرت کمیل تک جا پہنچتا ہے۔

مختصراً ہماری گاڑی سولطان کی مین سڑک سے اپنا رخ موڑ کر ایک نالہ پار کرتی ہوئی آستانے کے قریب جا کر رک گئی۔ عقیدت مندوں نے آنسوؤں کے پانی سے وضو تازہ کیا اور اپنے مرشد کامل کے قدموں میں جا پہنچے۔ ان کے قدموں میں پہنچ کر ہم کہاں پہنچے اللہ بہتر جانتا ہے۔

ہر ایک نے دل کی بڑھاس نکال کر دعائیں، التجائیں اللہ کے حضور پیش کیں اور خصوصاً مذہب حقہ اور عموماً تمام عالم اسلام کی عظمت رفتہ کی بحالی کے لئے خصوصی دعائیں مانگیں۔ آستانہ کے مجاوروں نے ایرانی قہوہ کے ساتھ ہماری ضیافت کی۔ پھر ہم ظہر اور عصر کی نماز اپنے مولا کے جوار میں ادا کرنے کے بعد آپ کے آستانے سے جدا ہو گئے لیکن ہمارے دل وہیں رہ گئے۔

ہمارا سفر اس لحاظ سے بھی منفرد تھا کہ ہم تمام ساتھی جسم وروح دونوں کے ساتھ ہم سفر تھے۔ اس لئے ہمیں اپنے عقائد کے مطابق اعمال بجالانے میں کسی قسم کی رکاوٹ نہیں ہوئی لہذا آئندہ زائرین کے لئے بھی یہی مشورہ ہے کہ اپنے لئے ایسے ساتھیوں کا انتخاب کریں جو جسم کے ساتھ روح کے بھی ہم سفر بن سکیں اور کماحقہ ان مقامات مقدسہ سے زیادہ سے زیادہ فیض وبرکات سمیٹ سکیں۔

شام غریباں

ذاکر حسین ذاکر

ادھر سن استغاثہ لاشہ اکبر تڑپتا تھا
ادھر ننھے سے جھولے میں علی اصغر تڑپتا تھا

جواں بیٹے کا لاشہ باپ سے جب اٹھ نہ پاتا تھا
کنارے آب بے بازو مہ حیدرؑ تڑپتا تھا

سنایا جب گیا بھائی کو لا کر نامہ صغریٰ
تو ہر اک لفظ کو سن کر علی اکبرؑ تڑپتا تھا

سجا جب نعش اصغر پر نشانی دست صغریٰ کی
تو بعد از مرگ بھی ننھا علی اصغر تڑپتا تھا

لگی جب آگ خیموں میں یتیمان حسینؑ بھاگے
سلگتی ریت، پائے نازنیں، محشر تڑپتا تھا

ارادہ بالیوں کا جب کیا بے مہر وحشی نے
صدائے الامان پر خلد میں حیدر تڑپتا تھا

ہوئے تھے خواب جس کے پارہ پارہ ساتھ قاسمؑ کے
جلی آنچل بجھاتی نکلی تو شبر تڑپتا تھا

کوئی معصوم جب گرتا تھا ٹھوکر کھا کے رستے میں
شہیدوں کا سر نوک سناں بھی سر تڑپتا تھا

چلی بابا سے ملنے شام غم کو جب نبی زادی
ز راہ رہنمائی لاشہ انور تڑپتا تھا

یہ آتی تھی صدا حلقوم سے "بیٹی ادھر آؤ"
تمھیں ملنے کو بابا دشت میں اکثر تڑپتا تھا

سکینہ باپ کے سینے سے لپٹی تو غشی آئی
نہ پا کر اس کو بے کس عابد مضطر تڑپتا تھا

طمانچہ پھول سے گالوں پہ وہ دست شقی کا تھا
کہ کانپے انس و جن تھے، رحم کا مصدر تڑپتا تھا

جدا سینے سے جب بیٹی ہوئی، وقت قیامت تھا
کہ اس کی چیخ سن کر سبط پیغمبر تڑپتا تھا

کوئی خون جگر سے بھی یہ قصہ لکھ نہیں سکتا
حسینؑ تھا خاک و خوں میں اور پیغمبر تڑپتا تھا

رقم ہوتا نہیں تھا قصہ شام الم ذاکر
اٹھاتے ہی قلم میرا دل مضطر تڑپتا تھا

KARBALA - THE LAND OF SUFFERINGS AND TORTURES

Dr. Agha Hussain Hamadani

According to Imam Hussain (AS), "Karbala is the land of sufferings and tortures" This view of Imam about Karbala is of historic importance which leads us to ponder over when and how the Imam uttered these words? The Answer is given below.

The people of Kufah getting tired of the tyrannic and satanic rule of Yazid, had written innumerable letters and sent emissaries to Imam Hussain to come over and give them guidance in faith. Although the Imam knew the ultimate end of the invitation, he as the divinely chosen Imam could not refuse to give the guidance sought for. When Imam Hussain with his encourage had reached Karbala, his horse stopped mysteriously and would not move any further. At this the Holy Imam declared: "This is the land, the land of sufferings and tortures". The Imam alighted from his horse and ordered his followers to encamp there saying here we shall be martyred and our children will be killed. Here our tents shall be burned and our family taken prisoner. This is the land about which my grandfather the Holy Prophet had foretold, and his prophecy will certainly be fulfilled."

The above words of the Imam point out the prophecy of the Holy prophet (PBUH) which is narrated by Simak reported on the authority of Hon al-Mukhariq on the authority of Umm Salma:

"One day while the apostle of God and his family, was sitting down, and al-Hussain was sitting on his knee, his eyes suddenly filled with tears. I said to him. "Apostle of God, why do I see you weeping may I be your ransom? He said Gabriel came to me and console me for the death of my son-al-Hussain and he told me that a group of my Ummah will kill him. May god never let them have intercession from me."

The same tradition Umm Salma related another time: "One evening the Apostle of God left us and was away or a long time. He came back. He was dishevelled and dusty and his hand was holding something. I said to him why do I see you dishevelled and dusty. He said.

I have just been on a night journey to a place in Iraq called karbala. There I saw the death of my son Hussain and a group of my children and members of my family.

I could not stop myself from gathering some of their blood and here it is my hand. He opened his hand and said take it and look after it".

Thus these sayings of the Holy Prophet (PBUH) manifest that the land of Karbala was really the land of sufferings and tortures which even today brings to mind bloodshed, cruelty and tortures.

Whether it is in Kashmir or Bosnia or even in our own society where bloodshed is the order of the day, we remember the martyrs of karbala. In fact the event of Karbala

the capture of the women and children of the household of the Holy Prophet (PBUH) their being taken as prisoners from town to town and the speeches made by the daughter of Hazrat Ali, Zaynab and the fourth Imam Zaynal-Abidin who was prisoner are the painful examples which has lasting impact not only on the Muslim society but also upon the whole world. It tells us how a brutal king violated human rights and set up a bad example for humanity.

We conclude it with the words of Khawaja Moinuddin Chishti: "Hussain gave his head but did not put his hand into the hands of Yazid.

Verity, Hussain is the foundation of La Illah Illa Allah, Hussain is the lord and the lord of the lords.

Hussain himself is Islam and the shield of Islam. Though he gave his head but never pledged Yazid, Truly Hussain is the founder of "there is no deity except Allah".

LADAKH'S RELATIONS WITH BALTISTAN

(گزشتہ سے پیوستہ)
قسط نمبر ۲

Abdul Ghani Sheikh
Leh India (Contd.)

Perhaps for its strategic importance, the British Geographer G.T. Vigne has termed Baltistan as a land of endings and beginnings.

During Tibetan rule, the people of Ladakh and Baltistan professed Buddhism. In the last quarter of the 14th century, the sufi-saint Mir Syed ali Hamdani brought the message of Islam in Ladakh and Baltistan. His message was followed by the visit of Syed Noor Baksh and Mir Shamsud Din Iraqi in Baltistan. The bulk of the population of Baltistan embraced Islam.

In the 8th century, the Arab general Qutiba Bin Muslim conquered Kashghar city of Chinese Turkistan. In the 9th century, entire Central Asia was under the sway of Arabs.

Baltistan and Ladakh were known as "Balti Yul" (The land of Baltis) and "Maryul" (Red-coloured Land) respectively during Tibetan rule in the region. Tibet-e-Khord and Tibete Kalan have been called to Baltistan and Ladakh respectively by the Mughal historians.

Both Baltistan and Ladakh had trade relations with Central Asia for centuries. Baltistan was very close with Khotan. In 737 A.D., when the rulers of Baltistan and Khotan were killed in a battle, the their-apparent of the king of Skardo named as Vijaya Varman ruled both the kingdom. It is presumed that the people of Baltistan were followers of Hindu Dharam during those days.

Many Baltis and Ladakhis settled in Central Asia. Robert Shaw, the British Joint Commissioner in Ladakh visited Chinese Turkistan in 1868 alongwith a delegation. He writes in his book entitled "High Tartary "Yarkand & Kashghar" : A great many Baltis have also established themselves around Yarkand where they cultivated a little land being the chief growers of Tobacco and melons?

The sway of Tibet ended in the 10th century in Baltistan and Ladakh. In later periods, Skardo, Khaplu and Shiger emerged as powerful states in Baltistan ruled by their own kings. They often fought one another. Occasionally, a weak ruler sought the help of Mughal rulers or Ladakhi Kings for protection or restoration of his territory.

During last 1000 year, the kings of Ladakh and Baltistan several times were locked in battles with each other and seized each others territories. Occasionally, the Baltis had the upper hand and some times the balance tilted in favour of Ladakhis. The

Baltis occasionally sought assistance and intervention from the Mughal rulers of Delhi.

However, conflicts did not leave any trail of bitterness between the Baltis and the Ladakhis and both sides paved the way for friendship and reconciliation.

Marriages took place occasionally between the royal families of Ladakh and Baltistan. Similarly blood relations existed between Muslim Chiefs of Purig (Kargil area) and ladakhi rulers.

Baltistan produced warrior kings like Ali Sher Khan Anchan who established a large Kingdom. Gyapo Singey Namgyal had a similar status in Ladakh as a conqueror. His mother was a daughter of Yabgo Sher Ghazi ruler of Khaplu

Following subjugation of Ladakh and Baltistan, the Baltis and the Ladakhies raised the standard of rebellion against general Zorawer Singh and launched a campaign together but were defeated. Both suffered untold miseries and sufferings.

The vanquished Ladakhi ruler Tondup Namgyal was taken to Skardo by Zorawar Singh and he died their of small-pox. Later, Ahmad Shah ruler of Skardo and his son Mohmad Ali Khan were forced to accompany Zorawar army in the Campaign against Tibet. Following annihilation of the Dogra army, the former was taken prisoner by the Tibetans. Ahmed Shah did not survive long after this trial and died in Tibet.

In 1899, Baltistan, Ladakh and Gilgit were recognised into a single border district. After 2 years, Ladakh district was formed under a Wazarat comprising Leh, Kargil and Skardo tehsils, Skardo and Leh town were made winter and summer headquarters of Wazir Wazarat respectively. The Wazir remained from September to March at Skardo followed by three months at Kargil and three months at Leh.

(To be continued)

محسن نوربخشیہ بدیع الزمان مرحوم

غلام حسن نوربخش ایم اے

بدیع الزمان صاحب خپلو کے ایک مقتدر خاندان منذوق میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام محمد علی تھا والدین نے ان کا نام عبدالرحمن رکھا لیکن بعد میں انہوں نے اپنے لئے بدیع الزمان کا قلمی نام پسند کیا۔ اور اسی نام سے وہ مشہور ہوگئے۔

انہوں نے ابتدائی تعلیم اپنے محلے کے پیش امام سے حاصل کی تھی۔ انتہائی ذہین و فطین تھے۔ زمینداری کاموں کی ہماہمی کی وجہ سے ان کے والد نے سکول سے اٹھا لیا اور زمینداری کے کاموں میں لگا دیا مگر حصول علم کا شوق انہیں ہمیشہ تڑپاتا رہتا تھا فرصت کے لمحات میں چھپ چھپ کر علماء کے پاس جاتے اور علم حاصل کرتے تھے۔ ان کے زمانے میں مرحوم سید عون علی الموسوی کے والد سید مختار حسین خپلو کے سب سے بڑے عالم اور فارسی کے شاعر تھے۔ والد کی طرف سے حصول علم میں ڈالی جانے والی رکاوٹوں کی وجہ سے وہ خپلو سے باہر نہیں جا سکے تھے۔ لیکن وہ فارسی زبان کے بہت بڑے عالم تھے سعدی کی گلستان اور بوستان کے علاوہ بے شمار فارسی کتابیں ان کے مطالعے میں رہتی تھیں۔ گفتگو میں اکثر سعدی کے اشعار حوالے کے طور پر پڑھتے جاتے تھے۔ ان کا مطالعہ بہت وسیع اور یادداشت بہت مضبوط تھی بلتستان کی تاریخ اور نوربخشی سلسلے کے بارے میں انہیں اتھارٹی کی حیثیت حاصل تھی۔

۱۹۴۰ کی دھائی سے انہوں نے خپلو کے رفاہی اور مذہبی معاملات میں حصہ لینا شروع کیا تھا۔ نوربخشی سلسلے کے لوگوں کا انتقال مذہب انہیں پریشان کئے رکھتا تھا۔ ان کے اپنے بقول اسی پریشان کن صورت حال کے دوران انہیں مہلک قسم کی بیماریاں لگیں گھٹنا پھول گیا تھا اور تین مہینے تک سنٹرل ہسپتال راولپنڈی میں داخل رہے۔

اسی دوران انہوں نے عہد کیا کہ اگر وہ ٹھیک ہو گئے تو وہ مسلک نوربخشیہ کے مفادات کی کوشش کریں گے۔ اس عہد کے ساتھ وہ ہسپتال سے نکلے بلتستان پہنچتے ہی انہوں نے مرحوم راجہ فتح علی خان سے مل کر انجمن نوربخشیہ کو فعال بنانے کے لئے تگ و دو شروع کی اس وقت تک ان کے بھائی استاد محمد حسن سمیت کئی نوربخشی نوجوان جدید تعلیم حاصل کر چکے تھے اور سرکاری ملازمت بھی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ انہوں نے ایسے تعلیم یافتہ نوجوانوں کے ساتھ مل کر انجمن صوفیہ نوربخشیہ کو از سر نو فعال بنایا ان کا کہنا تھا کہ مذہبی کاموں کے لئے انہیں بڑی محنت کرنی پڑی دور دراز علاقوں میں پیدل جانا پڑا کیونکہ اس وقت نہ سڑکیں تھیں نہ سواری کے لئے جیپ یا کوئی اور سہولت۔ ستم ظریفی یہ کہ وہ تقریباً تین سال مسلسل صاحب فراش بھی رہ چکے تھے۔ گھٹنے کی تکلیف کی وجہ سے تین مہینے ہسپتال میں رہ چکے تھے اور درد اور علاج ساتھ ساتھ جاری تھے۔ پھر چلنے پھرنے کی زیادتی گھٹنے کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتی تھی مگر انہوں نے اس کی پروا نہیں کی اس دوران خپلو، کورو، کھرفق، ڈغونی، کھرکو، بلغار، غورسے، تھگس اور مچلو وغیرہ میں آل نوربخشی سطح پر علمائے نوربخشیہ کے جلسے کرائے جن میں وہ نہ صرف شریک ہوئے بلکہ تمام تر انتظامات ان کی نگرانی میں ہوتے رہے اس آمدورفت میں گھٹنے کی پروا نہیں کی۔ خلاف توقع ان کا پاؤں خود بخود ٹھیک ہو گیا۔ وہ اپنے پاؤں کی صحت کو سلسلہ نوربخشیہ کی خدمت کا صلہ قرار دیتے اور اسے مذہب کی کرامت سمجھتے تھے۔

جناب بدیع الزمان صاحب نے نوربخشیوں کے اتفاق و اتحاد کے لئے کامیاب کوشش کی مرحوم سید عون علی الموسوی انہیں اپنا دست راست اور مشیر خاص سمجھتے تھے۔ راجہ فتح علی خان، ز سید عون علی اور بدیع الزمان

تینوں نے نوربخشیوں کو منظم کرنے اور ان میں مذہبی بیداری پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کیا جگہ جگہ انجمن صوفیہ نوربخشیہ خپلو کی شاخیں قائم کیں۔ جن جن علاقوں میں نوربخشیوں کو کوئی مسئلہ درپیش ہوتا وہ وہاں پہنچ کر اسے حل کر کے دم لیتے تھے۔ نوربخشی لوگوں کو مختلف دیوانی مقدمات اور ان کے جھگڑوں سے بچانے کے لئے انہوں نے موثر اقدامات کئے چوٹی کے نوربخشی علماء کی شرعی کمیٹی محکمہ شرعیہ کے نام سے قائم کی جس میں جناب سید علی شاہ صاحب، مولوی محمد عبداللہ صاحب، علامہ محمد بشیر صاحب، سید جمال الدین صاحب اور مولوی محمد علی ذوعمی کو شامل کیا۔ یہ سب اس کے ممبران اور سید عون علی الموسوی صاحب اس کے چیئرمین تھے۔ اس کمیٹی کے ذریعے بے شمار دیوانی مقدمات کا فیصلہ ہوا۔ یوں نوربخشی لوگوں کو مقدمہ بازی کی لعنت سے کسی حد تک بچانے میں کامیاب ہوئے۔

انہوں نے نوربخشی اداروں کو مضبوط کرنے اور انہیں اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کا عزم کر رکھا تھا۔ جس دور میں وہ انجمن صوفیہ نوربخشیہ خپلو کے جنرل سیکرٹری تھے اسی دوران جامعہ اسلامیہ تھپی کی عمارت مع دکانات اور کلہو خانپہ مرحوم کے مدرسے سے وابستہ دکانات تعمیر ہوئیں اور ساتھ ہی جناب سید حمایت حسین صاحب اور ابو محمد سترونپی نے زمینیں حاصل کر کے دکانات تعمیر کیں اور ساتھ ہی مرکزی دارالعلوم صوفیہ نوربخشیہ خپلو کی عمارت مکمل ہوئی راقم کو بھی ان کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا ہے۔ سترونپی بازار کی تین دکانوں کی تعمیر کا منصوبہ ہم دونوں نے نہ صرف شروع کیا بلکہ پایہ تکمیل کو پہنچایا اس مقصد کے لے ہم دونوں نے براہ کا دورہ کر کے مخیر حضرات سے نقد رقم اور عمارتی لکڑی حاصل کی یوں یہ منصوبہ پایہ تکمیل کو پہنچا۔

بدیع الزمان صاحب سلسلہ نوربخشیہ کے وجود استقلالی کو منظم رکھنے کی بڑی تڑپ رکھتے تھے۔ اور لوگوں کو دوسرے فرقوں سے الگ رکھنے کے لئے انہوں نے کامیاب کوششیں کیں۔ ۱۹۶۸ء سے ۱۹۸۳ کے عرصے میں چھن اور خانقاہ نوربخشیہ خپلو کا سانحہ پیش آیا۔ اور ان میں وہ کامیاب رہے وہ خود بھی جیل میں رہے وہ اور ان کے تمام قریبی ساتھیوں کے خلاف مختلف نوعیت کے مقدمات قائم ہوئے ان کی اہلیہ اور اکلوتی بیٹی کے خلاف بھی مقدمات قائم ہوئے اور کئی سال تک پیشیاں بھگتے رہے۔ بلتستان کی تاریخ میں یہ ایک ریکارڈ ہے کہ محض مذہبی اختلاف کی بنیاد پر ماں باپ اور بیٹی پر مقدمات چلے۔ تاہم وہ باعزت طور پر بری ہوئے۔ وہ ان مقدمات سے باعزت برات کو بھی سلسلہ نوربخشیہ کی کرامت قرار دیتے تھے۔ کیونکہ وہ مارشل لاء ڈکٹیٹر شپ کا زمانہ تھا حاکم، انتظامیہ اور عدالتی مناصب پر مخالف نظریات کے لوگ چھائے ہوئے تھے جن سے غیر جانبداری ناممکن تھی اس کے باوجود سب کا باعزت بری ہونا معجزے سے کم نہ تھا۔

بدیع الزمان صاحب حج بیت اللہ سے بھی مشرف ہوئے تھے لیکن خود کو حاجی کہلانے کو بھی ریا سمجھتے تھے۔ حج بیت اللہ کے بعد وہ عتبات مقدسہ کی زیارت کیلئے ایران بھی گئے تھے۔ حج و زیارت سے فیضیاب ہونے کے بعد ان پر فالج کا حملہ ہوا۔ جس کے نتیجے میں قوت سماعت سے پوری طرح محروم ہو گئے تھے قوت گویائی بھی متاثر تھی۔ ان کا جسم تقریباً نیم مفلوج ہو گیا تھا اس کے باوجود وہ تلاوت قرآن حکیم اور مطالعہ میں معروف رہتے تھے۔ تقریباً ۷۲ سال کی بھرپور زندگی گزارنے کے بعد وہ ۳۰ اپریل ۱۹۹۶ء کو نماز مغرب کے وقت اپنے مالک حقیقی سے جاملے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

وہ ذہن رسا کے مالک انتہائی ذہین شخص تھے قوت فیصلہ ان کا لاثانی تھا ان کی نگاہ بڑی دور رس تھی ایسے مسائل منٹوں میں سلجھا دیتے تھے جن میں دوسرے لوگ الجھ جاتے تھے۔ ان کی رہنمائی میں کام کرنے والے نوجوان آج کے نوربخشی معاشرے میں بڑے تجربہ کار، دینی درد سے سرشار باکردار اور ملک و قوم کے محسن ہیں اس ضمن میں ہم ان کے بھائی استاد محمد حسن، الحاج شاہین نبی، ڈاکٹر اخوند مہدی، ماسٹر شکور علی ایکس صوبیدار موسیٰ خان کرائینگ، ماسٹر محمد یوسف، عیسیٰ چھن، امیر خان چھن،

ماسٹر محمد سلیم ، ماسٹر محمد جعفر ، غلام مہدی تصوفی حال اسلام آباد ، ڈاکٹر رجب علی ، منشی نور علی ، بابو ذاکر احمد ، ماسٹر محمد ابراہیم وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ جو اپنی اپنی جگہ سلسلہ نوربخشیہ کی بقا و استحکام کے لئے دن رات کوشاں ہیں۔

ہمیں یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیئے کہ جناب بدیع الزمان صاحب نے اس وقت نوربخشیوں کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا جبکہ ہم ہر سطح پر تنزل کا شکار تھے۔ اس افراتفری میں بہت سے لوگ سلسلہ نوربخشیہ کو خیرباد کہہ رہے تھے ہمارا کوئی دینی مدرسہ ، مذہبی تنظیم موجود نہ تھی غیر مقامی انتظامیہ کے ہاتھوں نوربخشیوں کا استحصال ہوتا تھا ان پر فائض کرنے سے قبل ہر سال کم از کم تین بار ملک گیر سطح پر جلسے ہوتے تھے جن میں علمائے نوربخشیہ مختلف موضوعات پر اظہار خیال کرتے۔ جلسے کے اختتام پر مختلف مطالبات پر مبنی قرارداد پاس کی جاتی ۔ اس طرح سرکاری حکام کی توجہ مقامی مسائل کی طرف مبذول کروائی جاتی نوربخشی علاقوں میں سہولتوں کی فراہمی کا مطالبہ کیا جاتا۔ موجودہ زمانے میں حاصل ہونے والی سہولیات انہی مطالبات اور قراردادوں کا نتیجہ ہیں ۔ بدیع الزمان اور مرحوم سید عون علی الموسوی کی وفات سے آج ہمارے لوگ بے دست و پا ہو کر رہ گئے ہیں۔ انتشار و افتراق کا شکار ہیں نہ اجتماعی جلسے ہوتے ہیں نہ اہم فیصلوں کیلئے اجلاس ۔ جہاں کہیں چند نوربخشی جمع ہو جائیں تو غیر موجود فریق کی کردارکشی کرتے ہیں اور مخالف گروہ کے خلاف زبان طعن دراز کر کے منتشر ہوتے ہیں۔

بدیع الزمان بہت بڑے سیاستدان ، فارسی زبان کے عالم ، نوربخشی قوم کے محسن ، راسخ العقیدہ اور نڈر آدمی تھے۔ جب وہ کسی کام کا ارادہ کرتے تو ہر قوت سے ٹکرا کر سرانجام دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس نصیب فرمائے ۔ آمین

موت العالم موت العالم

مولانا محمد علی سترونپی کا سانحہ ارتحال

ایم بی کوروی

مجاہد ملت مولانا حمزہ علی مرحوم کے بھتیجے اور معروف عالم دین مولانا ہادی علی کے بھائی مولانا محمد علی جمعہ ۲۲ مارچ ۱۹۹۶ء کو انتقال کر گئے ۔ مولانا گزشتہ کئی مہینوں سے صاحب فراش تھے ۔ جنوری میں ان کا آپریشن بھی ہوا تھا ۔ مگر وہ صحت یاب نہ ہو سکے اور چار چھوٹے چھوٹے بچوں کو سوگوار چھوڑ کر واصل بحق ہوئے ۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

مولانا صاحب نوربخشی عوام وخواص میں مقبول باعمل عالم دین تھے اور گزشتہ ۱۲ سال سے خانقاہ نوربخشیہ باقرپی گند کے میر واعظ اور امام جمعہ تھے آپ ملا حیدر کشمیری کی نسل سے تھے جو ۹۳ میں میر شمس الدین عراقی کے حکم سے شیلو آئے اور خانقاہ نوربخشیہ باقرپی گند کے مغرب میں آپ کا مزار مرجع خلائق ہے ان کے خاندان کے لوگ اب بھی شیلو میں آباد ہیں۔ مولانا کے دادا باقرپی گند سے سترونپی منتقل ہوئے۔ فلاح المومنین ، نورالمومنین اور عقائد المومنین کے مصنف مولانا حمزہ علی مرحوم اسی خاندان کے فرد تھے۔ مولانا صاحب مولانا حمزہ کے بھائی مولوی فضل علی کے بیٹے تھے اس طرح ان کا تعلق ایک علمی خاندان سے تھا۔ مولانا کے بھائی مولانا ہادی علی خسیر گرونگ شیلو کے پیش امام ہیں۔

مولانا نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی تھی۔ پھر وہ دارلھدیٰ چوکیرہ ضلع سرگودھا چلے گئے جہاں ۱۲ سال تک حصول علم میں مصروف رہے تھے۔ اس دوران وہ راولپنڈی اور اسلام آباد آکر وہاں مقیم نوربخشی لوگوں کی دینی رہنمائی کرتے تھے۔ جامع مسجد نوربخشیہ اسلام آباد کی تاسیس سے پہلے ہی انہوں نے جمعہ و جماعت کا سلسلہ قائم کر رکھا تھا۔ وہ ہر سال عیدین کے موقع پر اسلام آباد آتے اور عیدین کی نماز کا اہتمام کرتے تھے۔ سرگودھا سے سند

ادارہ نوائے صوفیہ کے اراکین کا تعارف

حاجی فاچو محمد امین صاحب

آپ کا تعلق خپلو سے ہے اور اسلام آباد کی معروف سماجی شخصیت ہیں۔ ملت نوربخشیہ کے لئے آپ کی گراں قدر خدمات سنہرے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ آپ انجمن محمدیہ اسلام آباد کے جنرل سیکرٹری ہیں۔ ادارہ نوائے صوفیہ کی سرپرستی میں ہمیشہ پیش پیش رہے اور اس ادارے کی ہر ممکن اخلاقی مدد کی۔ ہم انشاء اللہ اگلے شمارے میں حاجی صاحب کا ایک مفصل انٹرویو شائع کریں گے جس میں ان کی ملت نوربخشیہ کے لئے خدمات اور اتحاد بین المسلمین کی عملی کوششوں کا تذکرہ ہوگا۔

بابو محمد سلیم صاحب

آپ کا تعلق علاقہ چھوربٹ سے ہے۔ آپ انجمن محمدیہ اسلام آباد کے صدر ہیں۔ آپ ایک اعلیٰ آفیسر ہیں اور دینی اور سماجی خدمات کا جذبہ رکھتے ہیں۔ نوائے صوفیہ کی اتحاد بین المسلمین پر مبنی تحریک کے حامی اور موید ہیں۔

محمد علی صاحب

اسلام آباد میں مقیم ہیں اور موضع کھرکوہ سے تعلق ہے آپ ایک اعلیٰ آفیسر ہیں۔ علم دوست ہیں اور معاشرے میں اعلیٰ اخلاقی اقدار کے فروغ اور تعصب اور تنگ نظری کے خاتمے کے حامی ہیں۔

لیاقت علی خان صاحب

علاقہ خپلو سے تعلق ہے اور ایک طویل عرصے سے اسلام آباد میں مقیم ہیں۔ دردمند دل رکھتے ہیں۔ دینی اور سماجی خدمت کے جذبے سے سرشار ہیں۔

ہومیو ڈاکٹر ایم اے شاہد صاحب

آپ کا تعلق بھی خپلو سے ہے اور اسلام آباد میں مقیم ہیں۔ نوائے صوفیہ کے ایڈیٹوریل بورڈ کے ممبر بے لوث اور پرخلوص کارکن ہیں۔

غلام حسن شگری صاحب

علاقہ شگر سے تعلق ہے اور اسلام آباد کے ایک نجی فرم میں اعلیٰ آفیسر ہیں۔ نوائے صوفیہ کے سرگرم کارکن ہیں۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ اور سلجھے ہوئے انسان ہیں۔ اور دردمند دل رکھتے ہیں نوائے صوفیہ کے ایڈیٹوریل بورڈ کے ممبر مراسلہ جات کے شعبے سے منسلک ہیں۔

غلام مہدی تصوفی صاحب

دینی جذبہ اور حمیت ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ گزشتہ دو دہائیوں سے احیائے تصوف کے مشن میں نہایت سرگرمی سے مصروف ہیں۔ نوائے صوفیہ کے شعبہ ترسیل میں اہم خدمات سرانجام دیتے ہیں۔

جناب اخوند رضا صاحب

ادارہ نوائے صوفیہ کے روح رواں ہیں۔ آپ کا تعلق علاقہ سرمیک سے ہے، دینی اور دنیوی تعلیم کی تکمیل کے بعد دنیوی دلچسپیوں سے قطع نظر کر کے دین کی خدمت میں مصروف ہیں۔ نوائے صوفیہ کی طباعت اور ترسیل کی نگرانی ان کے ذمہ ہے۔

مولانا محمد انور صاحب

جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ اسلام آباد کے نائب خطیب ہیں۔ علاقہ تھلے سے تعلق ہے اور اسلام آباد میں ملازمت کرتے ہیں۔ نوائے صوفیہ کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔

علی احمد قمر صاحب

آپ اردو کے مایہ ناز شاعر ہیں۔ آپ کی شاعری کے دو اہم مجموعے "زخم گل" اور "گرد ملال" کے نام سے چھپ چکے ہیں۔ علاقہ سلترو گونما سے تعلق ہے اور اسلام آباد میں اعلیٰ آفیسر ہیں۔ نوائے صوفیہ کے قلمی معاون ہیں۔ اور اخلاقی اقدار کے فروغ اور اتحاد بین المسلمین کے لئے اس رسالے کی کوششوں کے معترف اور معاون ہیں۔

عبدالکریم صاحب

آپ ایک معروف نیوزکاسٹر ہیں۔ انجمن محمدیہ اسلام آباد کے خزانچی ہیں۔ معروف دینی کارکن ہیں۔ ادارہ نوائے صوفیہ کے لئے گراں قدر خدمات سرانجام دیتے ہیں۔ نہایت حلیم الطبع اور خوش گفتار انسان ہیں۔

غلام حیدر صاحب

نوائے صوفیہ کے فوٹو گرافر ہیں۔ دینی اور سماجی خدمت کے جذبے سے سرشار ہیں۔ آپ کا تعلق بھی علاقہ خپلو سے ہے۔

جناب سید محمد شاہ صاحب

آپ نہایت ہی مخلص اور بے لوث کارکن ہیں۔ نوائے صوفیہ کے کارکنوں میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ اس مجلہ کے مراسلہ جات کے شعبے سے منسلک ہیں۔ آپ کا تعلق علاقہ شگر سے ہے اور اسلام آباد میں مقیم ہیں۔

جناب غلام علی

آپ کا تعلق علاقہ سرمک بلتستان سے ہے۔ سماجی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کے ساتھ ساتھ نوائے صوفیہ کے شعبہ ترسیل میں گراں قدر خدمات دہی میں معروف ہیں۔

غلام محمد غازی سب ایڈیٹر

آپ کا تعلق غورسے گنگچے سے ہے۔ ماہنامہ نوائے صوفیہ کے دلدادہ ہیں۔ این وائی ایف اسلام آباد کی جانب سے بک سٹال پر نوائے صوفیہ فروخت کرتے ہیں۔ آپ نہایت مخلص اور بے لوث مذہبی کارکن ہیں۔

بقیہ مولانا محمد علی

فراغت حاصل کرنے کے بعد آپ مستقل طور پر خپلو آگئے اور یہیں رشد و ہدایت کا سلسلہ شروع کیا۔ وہ مرکزی دارالعلوم صوفیہ نوربخشیہ خپلو میں تدریس کا کام کرتے تھے اور گزشتہ بارہ سالوں سے خانقاہ نوربخشیہ باقرپی گند میں امام جمعہ و جماعت تھے۔ اور وفات تک خطابت و امامت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ مولانا صاحب تواضع و انکساری کے پیکر ہونے کے ساتھ قناعت پسند، تشہیر سے گریز کرنے والے انتہائی منکسرالمزاج عالم تھے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس نصیب کرے۔ آمین

بقیہ حضرت زینبؑ

جناب زینب سلام علیہا کی سیرت پاک اور میدان کربلا میں ان کا بحیثیت ایک بہن، ماں اور بیوی کے جو کردار اور طرز عمل تھا وہ آج کی عورت کے لئے نہ صرف مشعل راہ ہے بلکہ ایک چیلنج بھی ہے۔ ہماری دعا ہے کہ رب العزت ہمارے اس دور کی خواتین کو بھی ثانی زہراء کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

آپ کے مسائل اور ان کا حل

(شریعت محمدیہ کی روشنی میں)

ابوالعرفان محمد بشیر

اس عنوان کے تحت ادارہ کے نام بھیجے گئے سوالات کے جوابات شائع کئے جاتے ہیں۔ اس شمارے میں جن سوالات کے جوابات شائع کئے گئے ہیں ان کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

سوال نمبر ۱۔ کیا خطوط لکھنے سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھنے کے بجائے ۷۸۶ کا عدد لکھنے پر اکتفا کرنا درست ہے ؟

(سائل محمد بشیر
آزاد سکساوی مقیم کراچی)

سوال نمبر ۲۔ نوافل رمضان کے علاوہ دیگر نوافل کی بھی اجتماعی ادائیگی درست ہے یا کہ نہیں ؟

(سائل احمد حسین عادل شیلاوی)

سوال نمبر ۳۔ کیا مسجد میں قرآن و حدیث کے علاوہ دیگر کتب و رسائل کا مطالعہ کرنا جائز ہے ؟

(سائل غلام حیدر سرنگی ڈگری کالج سکردو)

سوال نمبر ۴۔ لاعلمی میں پو پھٹنے کے بعد سحری کھانے کا اتفاق ہوا تو روزے کا کیا بنے گا ؟

سوال نمبر ۵۔ حالت سفر میں قصر نماز کی کیا صورت ہے ؟

سوال نمبر ۶۔ کیا بیوی کو طلاق دینے کے بارے میں صرف سوچتے رہنے سے طلاق ہو جاتی ہے ؟

(سائل احسان راؤ شگر)

سوال نمبر ۷۔ کیا عدنان کے شیرخوار بیٹے یا شیرخوار بیٹی کو عدنان کی والدہ دودھ پلا سکتی ہے ؟

سوال نمبر ۸۔ کیا حج کی ادائیگی سے پہلے ایک عمرہ کے بعد مزید عمرہ کی بجاآوری کی جا سکتی ہے ؟

(سائل ٹھیکیدار حاجی علی جو کرامنگ خپلو)

جواب نمبر ۱۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ خطوط وغیرہ کو محض تحریر میں لانے سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھنا بہتر ہے۔ اگر اس کے بجائے ۷۸۶ والا عدد لکھنے پر اکتفا کیا جائے تو بھی کوئی خرابی کی بات نہیں بلکہ درست ہے۔

جواب نمبر ۲۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نوافل رمضان تراویح کے نام سے اجتماعی طور پر بجا لانا عوام الناس کے حق میں بہتر صورت ہے۔ اس کے علاوہ دیگر نوافل کی اجتماعی ادائیگی بھی شریعت محمدیہ کی رو سے جائز ہے۔

جواب نمبر ۳۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ مسجد میں قرآن، حدیث اور دیگر مذہبی کتب کا مطالعہ کرنا درست ہے۔ غیر شائستہ کتب اور فرضی کہانیوں پر مشتمل کتب و رسائل کا مطالعہ کرنا مسجد میں درست نہیں ہے۔ یہ عمل شرعاً فضول گفتگو کے زمرے میں آتا ہے جو نیک اعمال کو ضائع کرنے کا باعث ہے۔

جواب نمبر ۴۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ لاعلمی میں پو پھٹنے کے بعد سحری کھانے کا معاملہ ہو جائے تو اس دن کا روزہ شرعاً روزہ نہیں ٹھہرا۔ لہٰذا بعد از رمضان اس کی قضاء بجا لائے۔

جواب نمبر ۵۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شرعی سفر ہو تو چار رکعتوں والی فرض نمازوں یعنی ظہر، عصر اور عشاء کی نمازوں کی پہلی دونوں رکعتوں پر اکتفا کرنا جائز ہے۔ مغرب اور صبح کی نمازوں کو اپنی اپنی حالت پر ادا کیا جائے کیا ان کے لئے کوئی قصر نہیں ہے۔

جواب نمبر ۶۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بیوی کو طلاق دینے کے لئے زبان سے طلاق دینے کا اعلان کرنا شرعاً ضروری ہے۔ اور اعلان کے مطابق طلاق دینے کے لئے صیغہ طلاق جاری کرے۔ طلاق دینے کے بارے میں صرف سوچتے رہنے سے کوئی طلاق شرعاً نہیں پڑ سکتی ہے۔

جواب نمبر ۷ - بسم اللہ الرحمن الرحیم - جی ہاں - دادی اپنی شیرخوار پوتی یا اپنے شیرخوار پوتے کو دودھ پلا سکتی ہے۔ اس صورت میں شرعاً کسی قسم کی کوئی خرابی یا اشکال والی بات نہیں -

جواب نمبر ۸ - بسم اللہ الرحمن الرحیم - عمرہ حج کے تابع ہے۔ اگر حج واجب ہے تو عمرہ بھی واجب ہے۔ اگر حج مسنون ہے تو عمرہ بھی مسنون ہے۔ واجب حج صاحب استطاعت کے لئے ایک ہی ہے۔ لہٰذا واجب حج کی بجاآوری کے لئے جانے والے حضرات حج کے ایام میں ایک ہی واجب عمرے کی بجاآوری کریں گے - عام طور پر باہر سے حج کو جانے والے حج تمتع کی نیت کرتے ہیں لہٰذا وہ عمرے کی بجاآوری کے بعد احرام کھول سکتے ہیں۔ پھر یوم ترویہ یعنی آٹھویں ذی الحجہ کو حج کیلئے مکہ ہی سے احرام باندھ لیں گے۔ یا مسجد احرام سے یا مقام ابراہیم سے یا پرنالے کے نیچے سے احرام باندھ لیں گے۔ ایسا کرنا بہتر قرار دیا گیا ہے۔ مکے میں ٹھہرے ہوئے حضرات کیلئے عمرہ کیلئے میقات حل کو قرار دیا گیا ہے۔ اگر مسجد عائشہ حل ہی میں واقع ہو تو ٹھیک ہے۔ وہیں جا کر احرام عمرہ باندھیں اگر مسجد عائشہ حل سے باہر ہو تو حل ہی سے احرام عمرہ باندھیں - شریعت محمدیہ کی رو سے یہی حکم مقرر ہے۔ مزید تفصیل درکار ہو تو فقہ احوط میں باب الحج کا بغور مطالعہ کریں۔

امید ہے کہ محترم حاجی علی جو اور دیگر سائلین حضرات اپنے اپنے سوالات کے جوابات سے مطمئن ہو جائیں گے -

بقیہ شہادت حسینؑ تاریخ کے آئینے میں

مجتبیٰ کو زہر دے کر شہید کیا گیا اور اسی کی سلامتی کی خاطر کربلا کے دل سوز سانحہ کو بھی اس دنیا نے دیکھا۔

پس آج ہم نے کیوں مقصد حسینؑ کو بھلا دیا ہے آج ہم نے ذاتی مفاد کی خاطر ایک دوسرے پر کفر کے فتویٰ لگا رہے ہیں۔ آج عالم طاغوتی اور استحصالی نظام مسلمانوں کو منتشر کرنے کے درپے ہیں۔ آج شیطانی طاقت نظام مصطفیٰ کو ملیامیٹ کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ لیکن ہم ان کا مقابلہ کرنے کی بجائے اندر کے لیت و لعل پر لڑ رہے ہیں۔ اے امم مسلمہ! خدا کے لئے متحد ہو جاؤ اور شریعت محمدیؐ کو ادیان عالم پر غالب کرنے کے لئے مستعد ہو جاؤ یہی حسینیت ہے اور یہی دوستداری اہل بیت کا تقاضا ہے۔

سر داد نداد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الہ ہست حسینؑ

اظہار تشکر

میرے بھائی محمد یعقوب کی رحلت پر اندرون اور بیرون ملک مقیم احباب کی طرف سے میرے نام تعزیتی پیغامات آئے ہیں۔ ان سب کا فرداً فرداً جواب دینا میرے لئے ممکن نہ تھا لہٰذا بذریعہ "نوائے صوفیہ" میں ان تمام احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوں -

دعاگو

محمد ابراہیم زائر

ٹیچر، ایف جی مڈل سکول

براہ

دنیائے تصوف کی خبریں

جی - ایچ - معروفی

خانقاہ معلیٰ سرفہ کھور میں این وائی ایف کے زیر اہتمام ایک تاریخی جلسہ

غلام حسین پریس سیکرٹری
سید خلیل اللہ حشوپی

گزشتہ دنوں شگر چھورکاہ میں این وائی ایف حشوپی کے زیراہتمام خانقاہ معلیٰ سرفہ کھور میں ایک بہت بڑا جلسہ ہوا جس میں مقامی لوگوں کے علاوہ سکردو سرمیک اور شگر کے گاؤں گاؤں سے اہل تصوف نے شرکت کی۔ خانقاہ معلیٰ سرفہ کھور چھورکاہ قدیم زمانے کی خانقاہ ہے۔

مقامی روایات کے مطابق حضرت میر یحییٰ نے بنوائی تھی - آج تیری خستہ حالت اور ہماری غیرت پر نوحہ کناں ہے - محلہ مش پی کھکھو اور سوغسو میں اہل تصوف کے صرف آثار باقی ہیں۔ چھورکاہ میں نشاتی ہوئی اس شمع تصوف کو زندہ و پائندہ رکھنے میں استاد محترم جناب فضل علی صاحب سوغسو کا ہاتھ ہے۔ اس خانقاہ کی امامت کے فرائض بھی آپ بطریق احسن انجام دے رہے ہیں۔ اس جلسے کے سٹیج سیکرٹری فخر ملت نوربخشیہ جناب غلام علی حیدری صاحب تھے جبکہ صدارت کی کرسی پر گلاب پور کے شیریں بیاں مقرر اور اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوان جناب سید نواز حسین صاحب رونق افروز ہوئے - اور مہمان خصوصی پرنسپل مدرسہ شاہ ہمدان سکردو مولانا محمد ابراہیم فیضی صاحب تھے -

جلسے کا آغاز تلاوت قرآن مجید سے ہوا جس کی سعادت مدرسہ شاہ ہمدان کے دوسری جماعت کے طالب علم اختر حسین نے حاصل کی - اس کے بعد اسی مدرسہ کے ایک اور طالب علم نسیم علی رحمانی نے نعت رسول مقبولؐ نہایت دل سوز انداز میں پیش کی۔ اسی خانقاہ کے امام جناب ماسٹر فضل علی صاحب نے اشک بار آنکھوں سے خطبہ استقبالیہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ صدیوں کے بعد آج تاریخ میں پہلی بار سرفہ کھور کی عظیم الشان خانقاہ میں اسی خانقاہ کے بنانے والوں کے عقیدت مندوں کا ایک عظیم اجتماع ہو رہا ہے - اس کی گنبد اس کے درو دیوار اس کے چلہ خانے ذکر و فکر اور درود کے نعروں تکبیر اور حیدری کے نعروں سے گونج رہے ہیں۔ انہوں نے کہا آج ہی کے دن پیغمبر اسلام نے امام الاولیا حضرت علیؑ کو ولایت اور امامت تاج پہنایا تھا - آج ہماری گردنیں فخر سے بلند ہیں - ہماری آنکھوں میں خوشی کے آنسو تیر رہے ہیں - ہمارے لبوں پر نحن خوف الذکر کا ورد جاری ہے -

شعلہ بیان مقرر مولانا محسن علی ساقی نے تقریر کی - انہوں نے اپنی تقریر میں حضورؐ کی اس حدیث کی طرف توجہ دلائی کہ میری تمنا یہ ہے کہ میں شہید ہو جاؤں پھر جیوں پھر شہید ہو جاؤں پھر جیوں پھر شہید ہو جاؤں حضورؐ کو اپنی زندگی میں سب سے پیاری چیز شہید ہونا تھی - جنگ احد میں دندان مبارک شہید ہوئے مگر آپ کی تمنا پوری نہ ہوئی تو اللہ نے حسنؑ اور حسینؑ کے ذریعہ آپ کی تمنا پوری کی - سید محمد شاہ صاحب نے اسی دن کی اہمیت قرآن و سنت کی روشنی میں پیش کی انہوں نے الحمد کی تشریح کرتے ہوئے کہا کہ خدا تعالیٰ نے اس سورۃ میں لوگوں کی تین قسمیں بیان کی ہیں۔ (۱) راہ منعم (۲) راہ مغضوب (۳) راہ ضالین - راہ منعم راہ الہیہ ہے - راہ مغضوب اور والضالین راہ الہیہ نہیں ہے - اب ہم نے دیکھنا یہ ہے کہ صراط مستقیم پر کون سے لوگ ہیں - پھر انہوں نے قرآن و حدیث کے حوالے سے ولایت علیؑ کے

بارے میں عالمانہ گفتگو کر کے لوگوں کے دل جیت لئے ۔ اس کے بعد نوجوان شاعر احسان علی دانش نے اپنا کلام پیش کیا۔

مہمان خصوصی مولانا محمد ابراہیم فیضی پرنسپل مدرسہ شاہ ہمدان نے قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودة فی القربیٰ کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ لفظ مودت اور محبت میں فرق ہے قربیٰ سے مراد کون لوگ ہیں یہاں ابوجہل اور ابولہب نہیں بلکہ پنجتن پاک ہیں حضرت علیؑ کو حضورؐ سے محبت کے ساتھ مودت بھی تھی اس کا اظہار انہوں نے ہجرت کی شب آپ کے بستر پر سو کے کیا ۔ حضرت علیؑ کی امامت اور ولایت عنداللہ ہے۔ حضور نے غدیر کے مقام پر اعلان فرمایا کہ من کنت مولا فھذا علی مولا ۔ اللہ نے دین اسلام کو مکمل کیا جس کی تفصیل قرآن مجید میں موجود ہے۔

سید نواز حسین نے خطبہ صدارت میں نے کہا کہ فضائل علیؑ اور اہل بیت بیان کرنا عبادت ہے مگر یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ محب علی کون لوگ ہیں کیا صرف سینہ کوبی سے یا زبانی دعویٰ سے کوئی محب علیؑ بن سکتا ہے ؟ نہیں ۔ علیؑ کے محبین میں شامل ہونے کے لئے شب بیداری کرنی ہو گی ۔ دنیا داری کو چھوڑنا ہو گا زبانوں پر خرافات کی بجائے ذکر و فکر جاری کرنا ہو گا جس طرح سونا آگ میں تپ کر کندن بنتا ہے اس طرح عمل و عبادت ریاضت اور نوافلات کے بغیر محب علی نہیں بن سکتا ۔ ان کو گفتار کا غازی قرار دیا جا سکتا ہے ۔ آخر میں انہوں نے آپس میں اتفاق و اتحاد اور وطن عزیز پاکستان کی سلامتی اور استحکام عالم اسلام خصوصاً وادی کشمیر فلسطین چیچنیا اور بوسنیا کی آزادی اور سلامتی کے لئے خصوصی دعاؤں کے ساتھ اپنے خطبے کا اختتام کیا۔

اس جلسہ میں شگر خاص سکردو اور سرمیک سے سینکڑوں تصوف کے پروانوں نے شرکت کی۔ اس کے علاوہ علماء حضرات نے شرکت کی لیکن انہیں تقریر کا موقع نہیں ملا ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

سید محمد عراقی صاحب ۔ علی محمد ہادی صاحب ۔ مولانا غلام رسول صاحب ۔ مولانا غلام عباس صاحب ۔ امام جمعہ والجماعت خانقاہ معلیٰ خشوپی ۔ جناب سید علی شاہ ۔ سید خلیل اللہ ۔ مولوی محسن علی صاحب خشوپی ۔ اخوند محمد رضا صاحب ۔ علامہ اسماعیل صاحب ۔ مولانا خادم حسین صاحب ۔ مولوی علی صاحب کیا ہونگ ۔ مولانا محمد حسین عارف صاحب ۔ مدرس مدرسہ شاہ ہمدان سکردو ۔ آغائے سید مختار صاحب تھفس ۔ سید مختار صاحب تھلوی ۔ ڈاکٹر نیاز علی صاحب اور سید خورشید عالم صاحب ۔ اس کے علاوہ مدرسہ شاہ ہمدان سکردو کے طلباء اور ہزاروں معززین نے بھی جلسے میں شرکت کی ۔

وزیرپور مثلو شگر میں اعتکاف کے اختتام پر جلسہ

غلام مہدی عارف

۲۸ اپریل ۱۹۹۶ء کو وزیر پور مثلو میں اعتکاف کے اختتام پر ایک پروقار تقریب منعقد ہوئی جس میں کثیر تعداد میں لوگوں نے شرکت کی ۔ اجلاس میں مفتی علی محمد ہادی اور مولانا محمد علی عارف نے بھی خطاب کیا ۔ اس موقع پر مفتی صاحب نے حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اعتکاف میں بیٹھنے سے ایمان تازہ ہو جاتا ہے ۔ یہی ہمارے بزرگوں کا شیوہ رہا ہے جسے قائم دائم رکھنا ہمارے لئے باعث فخر ہے۔ مولانا عارف نے اعتکاف سے فارغ ہونے والے خوش نصیب حضرات کو مبارک باد دی اور فلاحی تنظیم کے رجسٹر ہونے پر اطمینان کا اظہار کیا۔

نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن دم سم کے زیر اہتمام مدرسہ اسلامیہ شاہ سید محمد نوربخش (رجسٹرڈ) دم سم کا دوسرا یوم تاسیس

یکم مئی کو مشہ بروم سب ڈویژن میں مدرسہ شاہ سید محمد نوربخش کا دوسرا یوم تاسیس منعقد ہوا جس میں مشہ بروم سب ڈویژن کے سینکڑوں افراد نے شرکت کی۔ اس موقع پر مشیر شمالی علاقہ جات جناب سید اسد شاہ زیدی صاحب مہمان خصوصی تھے جلسہ کی کارروائی کا آغاز ذوالفقار علی کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ محمد اسلم اور ساتھیوں نے حمد باری تعالیٰ اور نعت رسول مقبولؐ پیش کی اور نمبردار عبدالرحمن صاحب نے خطبہ استقبالیہ پیش کیا اس موقع ممبر ناردرن ایریاز کونسل جناب محمد اسماعیل صاحب نے پر مدرسہ کی توسیع اور مرمت کے لئے ستر ہزار روپے دینے کا اعلان کیا۔ ضلع گانچھے کے ڈپٹی کمشنر جناب داؤد خان نے عوام کو این وائی ایف کی حسن کارکردگی کو سراہا اور امید ظاہر کی کہ نوجوان طبقہ اس قسم کے پلیٹ فارم سے ملی اور مذہبی خدمات انجام دیتے رہیں گے۔ انہوں نے جلسہ کے انعقاد پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ نوجوان نسل میں جو بیداری آئی ہے وہ قابل تحسین ہے۔

مہمان خصوصی اسد شاہ زیدی نے کہا ہم ایک جسم کے مانند ہیں ہم ایک ہی خدا اور ایک ہی رسولؐ کو ماننے والے اور ایک ہی علاقے کے رہنے والے مسلمان ہیں۔ ہمیں آپس میں متحدہ ہونا چاہئے۔ اسی میں ہم سب کی بھلائی کا راز پوشیدہ ہے۔

اس موقع پر انہوں نے مدرسہ کے لئے دس ہزار روپے کا عطیہ دینے کا بھی اعلان کیا۔ صدر جلسہ سید علی شاہ صاحب نے علم کی اہمیت اور افادیت پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔

آخر میں محمد ایوب ہوشیاری نے معزز مہمانوں اور دور دراز علاقوں سے آنے والے شرکاء کا شکریہ ادا کیا۔

خوشخبری

جامعہ اسلامیہ نوربخشیہ بھی ایک مثالی درسگاہ ہے جس میں اچھے، قابل اور محنتی اساتذہ اور پانچ سو کے قریب طلبہ و طالبات تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ اس مدرسہ میں مزید بچوں کے لئے گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے جامعہ ہذا نے گرب بھنونگ میں بھی ایک مکتب کا قیام عمل میں لایا ہے۔ جس میں دو اساتذہ سو کے قریب بچوں کو زیور علم سے آراستہ کر رہے ہیں۔ جامعہ نے علم کے نور کو بلتستان کے گوشے گوشے میں پہنچانے کا عزم کر رکھا ہے۔ چنانچہ جامعہ کی انتظامیہ نے علاقہ چھوربٹ سب ڈویژن کھرکس اور سب ڈویژن ڈوغنی میں ایک ایک مکتب کھولنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اساتذہ کی تنخواہ جامع ادا کرے گا۔ لہذا مذکورہ علاقوں کے باشعور افراد اپنے اپنے گاؤں میں ایک تعلیمی کمیٹی بنا کر جامعہ کے ذمہ دار افراد ڈاکٹر محمد اسماعیل محمد یوسف دکاندار اور محمد رضا بگتی سے رابطہ کریں۔ مختلف حلقوں سے ایک سے زیادہ درخواستیں آنے کی صورت میں ترجیحی بنیادوں پر مدرسہ کھولا جائے گا۔

جامعہ بزرگان نوربخشیہ کے علم و عمل کو عوامی سطح پر عام کرنے کے لئے، تسبیحات، اوراد خمسہ، ورد ہفتہ اور دنوں کے وظیفے چھپوا کر مفت تقسیم کرے گا۔ اہل ذوق مذکورہ چارٹ حاصل کر کے اپنے گھروں اور مسجدوں میں آویزاں کریں۔

واضح رہے کہ جامعہ اسلامیہ ہی کی کوششوں اور تعاون سے ندوۃ اسلامیہ صوفیہ نوربخشیہ نے حال ہی میں دعوات صوفیہ کی دوبارہ اشاعت کی ہے جو وقت کی اہم ضرورت تھی۔ اس کا ہدیہ -/130 روپے ہے۔ جامعہ اپنے معاونین کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہے اور مزید تعاون کی امید رکھتا ہے۔

محمد رضا بگتی جنرل سیکرٹری

مدرسہ مظہر العلوم الاسلامیہ یوچنگ میں جلسہ

محمد بشیر آفتاب

۲۰ مئی ۱۹۹۹ء کو مدرسہ مظہر علوم الاسلامیہ یوچنگ میں ایک شاندار جلسہ زیر صدارت خطیب و امام جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ یوچنگ مولانا عبدالحکیم صاحب منعقد ہوا۔ مہمان خصوصی جناب حاجی محمد حسین درویشی صاحب نے کی۔

جلسہ کا آغاز تلاوت قرآن مجید سے کیا گیا۔ تلاوت قرآن مجید کا شرف مدرسہ ہذا کے طالب علم علی محمد کو حاصل ہوا۔ اس کے بعد بارگاہ رسالت میں نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف محمد حسین کو حاصل ہوا مدرسہ ہذا کے تین طالب علم علی محمد، ذاکر حسین، خان مہدی کے ترانہ صوفیہ پڑھا۔ اس کے بعد مدرسہ ہذا کے خزانچی منشی حسین نے مدرسہ ہذا کے سالانہ بجٹ اور مدرسہ کے نقائص کو لوگوں کے سامنے رکھا۔ مولانا عبدالصمد نے تعلیم کی اہمیت پر زور دیا اور عوام کو اس بات کی طرف رغبت دلائی کہ وہ اپنے بچوں کو مدرسہ میں داخل کراوئیں۔ اس کے بعد جلسہ کے مہمان خصوصی حاجی محمد حسین درویشی صاحب کو دعوت دعا دی گئی۔ انہوں نے حضرت علی کی فضیلت تفصیل کے ساتھ بیان کی۔

انہوں نے مدرسہ کی اہمیت اور تعلیم کی ضرورت پر زور دیا اور لوگوں سے اپیل کی کہ وہ مدرسہ کی ترقی کے لئے ہر ممکن کوشش جاری رکھیں۔

آخر میں مولانا عبدالحکیم نے صدارتی خطبہ ارشاد فرمایا اور لوگوں کو زور دیا کہ وہ مدرسہ کے لئے دل کھول کر مدد کریں۔

اطلاع عام

نوربخش عوام کو نوائے صوفیہ کی وساطت سے مطلع کیا جاتا ہے کہ محترم حسن نوری صاحب کی کتاب فرقہ ناجیہ اور محترم غلام حسن حسنو صاحب کی کتاب صوفیہ نوربخشیہ میں سرموں والا قاعدہ کا حوالہ سے لفظ سرموں استعمال ہوا ہے۔ واضح ہو سرموں کے اندر کئی محلے اور ہر محلے کی اپنی اپنی تنظیمیں اور انجمنیں ہیں۔ جبکہ دعوات قاعدہ صرف محلہ چھوغو گرونگ سرموں کی پلیٹ فارم سے شائع ہوئے ہیں۔

لہذا نوائے صوفیہ کی وساطت سے جناب حسن نوری صاحب غلام حسن حسنو صاحب و دیگر اہل قلم حضرات سے گزارش کی جاتی ہے کہ آئندہ سے کسی قسم کی اشاعت کے سلسلے میں اگر ان کتابوں کا حوالہ دینا چاہیں تو براہ کرم سرموں کے ساتھ چھوغو گرونگ یعنی سرموں چھوغو گرونگ لکھا جائے۔ کیونکہ ان کتابوں کا ناشر انجمن فلاح و بہبود سرموں چھوغو گرونگ ہے۔

یوم ٹی جی کے سرموں
کراچی یونٹ

این وائی ایف ہوشے یونٹ کے زیر اہتمام جلسے کا انعقاد

۲۱ فروری کو نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن ہوشے یونٹ کی ایک کانفرنس منعقد ہوئی۔ کانفرنس کی صدارت حوالدار محمد ابراہیم نے کیا جبکہ اخون محمد اسحاق مہمان خصوصی تھے۔ کانفرنس کی ابتداء تلاوت کلام مجید سے ہوئی۔ ممتاز علی جوائنٹ سیکرٹری این وائی ایف نے تلاوت کا شرف حاصل کیا۔ اس کے بعد این وائی ایف ہوشے یونٹ کے صدر غلام حسین تبسم نے خطبہ استقبالیہ پیش کیا اور این وائی ایف کے زیرنگرانی چلنے والے مکتب کی کارکردگی کی رپورٹ پیش کی۔ کانفرنس میں سرکردگان ہوشے محمد انور، غلام، محمد حسین، غلام حیدر، مظاہرہ حسین، نمبردار ذاکر حسین کے علاوہ ممتاز سماجی کارکن محمد اسلم این وائی ایف کاندے یونٹ کے صدر سخاوت حسین جہانگیر نے بھی شرکت کی۔

سرموں میں یوم آدم الاولیاء کا انعقاد

عبدالعزیز سرموں

انجمن فلاح و بہبود سرموں رجسٹرڈ کے زیر اہتمام ۶ مئی ۱۹۹۶ء کو مرکزی خانقاہ معلی نوربخشیہ سرموں میں ایک عظیم الشان اجتماع ہوا۔ اس اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے جناب قاری محمد ابراہیم نے یوم غدیر کی اہمیت کو اجاگر کیا اور حضرت آدم الاولیاء علیہ السلام کی خلافت و امامت پر سیر حاصل گفتگو کی۔

انہوں نے نماز عید کے بعد چھوغو گرونگ سرموں کی جانب سے منعقدہ عید ملن پارٹی میں بھی شرکت کی۔ اس عید ملن پارٹی کا آغاز پہلی بار سرموں میں ہو رہا تھا۔ عوامی نمائندوں کے علاوہ معززین نے بھی شرکت کی۔ قصیدہ خوانوں نے حضرت علیؑ کی شان میں خراج عقیدت پیش کیا۔

اس موقع پر مولانا محسن علی اور حافظ ذاکر علی ثاقب نے خطاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ دراصل یوم غدیر احقاق حق کے اظہار کا دن ہے کہ حضور پاکؐ نے سینکڑوں افراد کی موجودگی میں حضرت علیؑ کی عظمت کا اعلان کیا۔ آخر میں ملی یکجہتی اور استحکام مملکت خداداد کے لئے خصوصی دعا کی گئی۔

رسول اللہؐ کے اسمائے گرامی

- تورات میں آپؐ کا اسم گرامی ماذ ماذ ہے۔
- انجیل میں آپؐ کا اسم گرامی فار قلیط ہے۔
- زبور میں عاقب ہے۔
- کروبیاں کے نزدیک مختار ہے۔
- ملائکہ کے درمیان عبدالحمید ہے۔
- انبیاء کرامؑ میں عبدالوہاب ہے۔
- آسمان والوں میں مجتبیٰ ہے۔
- زمین کے طبقہ اولیٰ میں معظم ہے۔
- حاملین عرش میں مصطفیٰ ہے۔
- اہل جنت میں آپؐ کا نام مبارک عبدالکریم ہے۔

متلو ننگر میں یک روزہ محفل اعتکاف

۸ ذی الحجہ کو جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ متلو ننگر پور میں یک روزہ محفل اعتکاف منعقد ہوئی جس میں پندرہ خوش نصیبوں نے حصہ لیا اور اختتامی تقریب میں جناب بوا محمد علی عارف اور جناب بوا کریم صاحب اور مولانا علی محمد ہادی صاحب نے اپنی اپنی تقریروں میں تصوف پر کماحقہ روشنی ڈالی اور نوجوان نسل کے لئے تزکیہ نفس کی ترغیب دلائی۔ جناب سید نواز حسین صاحب نے اپنی تقریر میں کہا کہ موضوع متلو پورے ننگر میں اہل تصوف کا دل کہا جاتا ہے جہاں اعتکاف میں بیٹھنا نور علیٰ نور ہے۔

جناب عارف صاحب نے تنظیم فلاح و بہبود نوربخشیہ متلو کے دفتر کا افتتاح فرمایا۔

انجمن فلاح و بہبود گلشن کبیر کی نئی کابینہ

نئی کابینہ کے عہدیداران کے نام یہ ہیں :-

۱۔ محمد حسن ، نگران اعلیٰ
۲۔ ڈاکٹر محمد علی ، صدر
۳۔ ریاض حسین ، نائب صدر
۴۔ غلام حسین ، جنرل سیکرٹری
۵۔ مشکور حسین ، جوائنٹ سیکرٹری
۶۔ محمد عبداللہ ، خزانچی
۷۔ حمید حسین ، نائب خزانچی
۸۔ مہدی حسن ، نشرواشاعت
۹۔ محمد اقبال ، ڈپٹی نشرواشاعت
۱۰۔ عنایت حسین ، آفس سیکرٹری
۱۱۔ غلام مہدی ، سٹیج سیکرٹری
۱۲۔ فدا حسین ، فنانس سیکرٹری
۱۳۔ لیاقت علی ، محاصل سیکرٹری
۱۴۔ فدا علی ، ڈپٹی محاصل سیکرٹری
۱۵۔ محمد باقر ، رابطہ سیکرٹری
۱۶۔ حسن شاہ ، پروپیگنڈہ سیکرٹری

مراسلات

ایڈیٹر کا مراسلہ نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں

ہومیو ڈاکٹر ایم ۔ اے ۔ شاہد

نوائے صوفیہ اپنی مثال آپ ہے۔ اس میں دینی معلومات کے ساتھ ساتھ سائنسی معلومات بھی پڑھنے کو مل جاتے ہیں۔

(خادم نوری ہری کون

نوائے صوفیہ اہل تصوف کے لئے انمول تحفہ ہے۔ کافی گزارشت کے باوجود آپ نے رسالہ مجھے نہیں بھیجا۔ براہ کرم رسالہ بھیج دیا کریں۔ (جواب: آپ مبلغ ایک سو بیس روپے سالانہ چندہ ارسال کریں۔)

(ڈاکٹر حسن گلشن کبیر بھروا)

نوائے صوفیہ باقاعدگی سے پڑھتا ہوں یہ رسالہ اپنی ظاہری حسن و خوبی کے ساتھ باطن میں قرآن و سنت کے احکامات اور امیر کبیرؒ کے فرمودات اور تعلیمات سے مزین ہے۔

(کلرک غلام حسن بلتاری)

نوائے صوفیہ کی وساطت سے قبلہ علامہ محمد بشیر صاحب اور ڈاکٹر غازی صاحب کے معلومات سے بھرپور مضامین پڑھنے کو مل رہے ہیں۔ ایک مضمون ارسال کیا تھا، شائع نہیں ہوا۔ جس سے مایوسی ہوئی۔ ہم اس رسالے کی ترقی کے لئے ہر قربانی دینے کے لئے تیار ہیں۔

(ساقی محمد باقر گلشن کبیر کراچی)

بندہ نوائے صوفیہ کا پرانا قاری ہے۔ یہ رسالہ ہر لحاظ سے بہتر اور معیاری ہے۔ یہ ایک ایسے پھول کی مانند ہے جو لوگوں کو اپنی روحانی مہک سے معطر کرتا ہے۔

(غلام عباس شیرازی لاہو کینٹ)

۴ مئی ۱۹۹۶ء کو خانقاہ معلیٰ چھورکاہ شگر میں تصوف میں اہل بیت اطہار کا مقام کے موضوع پر ایک شاندار جلسے کا اہتمام ہوا جس میں علماء کرام اور مشائخ عظام نے بھرپور شرکت فرمائی ۔ علماء کرام نے لوگوں کو دینی اور روحانی علوم سے روشناس کرایا۔

(نثار حسین چھورکا شگر

بندہ نوائے صوفیہ کا پرانا قاری ہے۔ یہ رسالہ علاقے میں تبلیغ دین کا کام سرانجام دے رہا ہے۔ لوگوں کو فقہی مسائل سے آگاہ کرتا ہے۔ پہلے میں تھگلے مدرسہ میں پڑھ رہا تھا اب شاہ ہمدان مدرسہ سکردو میں زیر تعلیم ہوں۔ براہ کرم آئندہ اس پتے پر رسالہ ارسال کریں۔

(محمد اقبال جاوید

مدرسہ شاہ ہمدان سکردو)

ناچیز نوائے صوفیہ کا پرانا قاری ہے اور مستقل خریدار بننا چاہتا ہے۔ یہ رسالہ ملت نوربخشیہ کے لئے انتہائی مفید اور معلوماتی ثابت ہو رہا ہے۔ جواب: آپ کو مستقل خریداروں میں شامل کر لیا گیا ہے۔

شیر علی جنرل سیکرٹری

تنظیم فلاح بہبود صوفیہ نوربخشیہ

آج کل کے اس پر آشوب دور میں نوائے صوفیہ کی وساطت سے علماء کرام اور دانشوروں کی خفیہ صلاحیتیں منظر پر آ رہی ہیں۔ جس کی وجہ سے لوگوں کے اندر عظیم فکری انقلاب رونما ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے مزید ترقی عطا کرے (آمین)

اختر حسین شرقی

کراچی

میں گو پڑھا لکھا نہیں لیکن نوائے صوفیہ باقاعدگی سے پڑھتا ہوں ۔ یہ رسالہ تشنہ دلوں کو روحانی نور سے سیراب کرتا ہے۔ اگر جناب معروفی صاحب اور ڈاکٹر شاہد صاحب کا تعارف شائع کریں تو مشکور ہوں گا۔

(سپاہی عیسیٰ)

رسالہ موصول ہوا ، بے حد مسرت ہوئی ۔ ہمارا محبوب رسالہ دن بدن معیاری اور سبق آموز ہوتا جا رہا ہے۔ احیائے تصوف کے لئے انشاء اللہ ہر طرح کی خدمت کرتا رہوں گا ۔

(محمد جابر ، دولت الکویت)

ہمیں بے حد خوشی ہے کہ نوائے صوفیہ صرف پاکستان میں نہیں بلکہ بیرونی دنیا میں بھی دین کی تبلیغ میں مصروف ہے۔ بدقسمتی سے پہلے مستقل خریدار نہ بن سکا ۔ اب مستقل خریدار بننا چاہتا ہوں ۔ رسالہ ارسال کریں۔

(سپاہی فدا حسین ارزو)

نوائے صوفیہ کا پرانا قاری ہوں لیکن پہلی بار خط لکھ رہا ہوں۔ رسالے میں مجموعہ "شریعت محمدیہ" اور "آپ کے مسائل کا حل" بہت ہی مفید ہیں۔ نئی نسل کو فقہی مسائل سے آگاہی حاصل ہو رہی ہے۔ رسالے میں شاہ سیدؒ کے حالات زندگی بھی شائع کریں۔

(ذاکر حسین دم سم)

عوامی کالونی کراچی کے لئے دس عدد رسالے آئے تھے یہ سلسلہ بند ہو گیا ہے۔ کیا وجہ ہے ۔ از راہ کرم دوبارہ بھیج دیں تاکہ مذہب حقہ کی کچھ ہم بھی خدمت کر سکیں۔

(گلزار حسین سرنگی
صوفیہ نوربخشیہ عوامی کالونی کراچی)

بندہ جنوری سے رسالے کا مستقل خریدار ہے۔ اور سالانہ چندہ ارسال کر دیا ہے۔ رسالے میں مضامین بے حد مفید اور قابل تعریف ہے۔

(محمد صادق سرنگی سکردو)

ماہ نامہ نوائے صوفیہ کی جتنی تعریف کی جائے ، کم ہے ۔ ایک متفقہ قرارداد ارسال کر رہا ہوں اگلے شمارے میں شائع کریں۔

(بزم ٹی جی سرموں
کراچی یونٹ)

نوائے صوفیہ انتہائی شوق سے پڑھتا ہوں رسالہ چند مہینوں سے نہیں مل رہا ہے۔ دوسروں سے لے کر پڑھ رہا ہوں۔

(عبدالحمید ندیم
وزیرپور شگر)

میں بچپن سے نوائے صوفیہ کا قاری ہوں اب جبکہ اس رسالے کے مندرجات کو سمجھنے پر قادر ہو گیا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ علم کا ایک مینار ہے۔ جس کی روشنی ہر طرف پھیل رہی ہے۔ خانقاہ معلیٰ کھلو کی ایک تصویر ارسال خدمت ہے۔

(اعجاز حیدر
ہائی سکول کھلو)

نوائے صوفیہ احیائے تصوف کا علمبردار ثابت ہو رہا ہے۔ اس رسالے کی کامیاب اشاعت پر مبارک باد قبول کریں۔ ایک عدد مضمون ارسال خدمت ہے۔

محمد انور سرموی طالبعلم
آزاد کشمیر

کافی عرصہ بعد نوائے صوفیہ کے مطالعہ کا موقع ملا ، پڑھ کر سکون قلب حاصل ہوا ۔ میں ادارہ نوائے صوفیہ کی دینی خدمات کا تہہ دل سے معترف ہوں کہ اس رسالے کی بدولت الحمدللہ میں نے ہمدانی گروپ ترک کر کے میں اور میرے اہل خانہ دوبارہ اس ملت میں شامل ہو گئے ہیں ۔ ہم سب مبارکباد کے مستحق ہیں ۔ علاوہ ازیں نوائے صوفیہ کا سالانہ چندہ ایک سو بیس روپے ارسال ہے ۔

لانس نائیک محمد حسن
وزیرپور شگر

The Monthly **NAWA-I-SUFIA** Islamabad
Reg. No.P/1-D-97

کلمات قدسیہ خواجگان

از حضرت خواجہ اسحاق ختلانی

(۱) ہوش در دم (۲) نظر برقدم (۳) سفر در وطن (۴) خلوت در انجمن
(۵) یاد کرد (۶) بار گشت (۷) نگاہ داشت (۸) یادداشت

شرح

ہوش در دم: یہ ہے کہ ہر سانس حضور و آگاہی سے باہر آنے اور اس میں غفلت راہ نہ پانے یعنی ہر دم کے ساتھ اللہ کا ذکر جاری رہے۔

نظر بر قدم: یہ ہے کہ ہر جگہ سالک کی نگاہ اپنے پاؤں کی پشت پر ہو تاکہ نظر پراگندہ نہ ہو اور وہ حرام جگہ نہ پڑے۔

سفر در وطن: یہ ہے کہ سالک بشری طبیعت میں سفر کرے یعنی مذموم صفات سے محمود صفات کی طرف اور بشری صفات سے ملکی صفات کی طرف انتقال ہو۔

خلوت در انجمن: یہ ہے کہ سالک کا ظاہر خلق کے ساتھ ہو اور باطن حق تعالیٰ کے ساتھ۔

یاد کرد: اس کا مطلب یہ ہے کہ دل کے ساتھ زبان بھی ذکر میں مشغول ہو۔

بازگشت: یہ ہے کہ جب بھی ذکر دل کی زبان سے کلمہ طیبہ کہے تو اس کے بعد اسی زبان سے یہ بھی کہے کہ خداوندا ہمارا مقصود تیری ذات ہے اور ہماری رضا بھی فقط تو ہے۔ کیونکہ نفی کا یہ کلمہ ہر خاطر کی نفی کرتا ہے۔

نگاہ داشت: دل کے مراقبے کا نام ہے چنانچہ اگر سالک ایک سانس میں چند بار کلمہ طیبہ کہے تو اس کا دل بھی ذکر کے بغیر نہ بچے۔

یادداشت: یعنی ان تمام امور سے وہی مقصود ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہمیشہ کی آگاہی سے عبارت ہے۔

از خواجہ اسحاق ختلانی خلیفہ حضرت شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی و پیر و مرید حضرت شاہ سید محمد نوربخش قہستانی موسس سلسلہ نوربخشیہ